تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

لکھنؤ

اشاعت کا 49واں سال

1.557

18.1264 جرا

قربانی کی صحیح تصویر

آج مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کا مطلب صرف یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر سال حج کر آیا کرو، ولیمہ اور عقیقہ کی شاندار دعوت کر دیا کرو اور بقرعید میں کسی جانور کی قربانی کرلیا کرو اور اس کے بعد سال بھر چین کی بانسری بجایا کرو، بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے اس میں کچھ اور حرام چیزیں شامل کرلی ہیں اور اس میں اس فرصت کے فلسفہ کے ساتھ لذت اور تفریح طبع کی بھی آمیزش ہے، وہ قبروں پر چادر چڑھاتے ہیں، عرس وقوالی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بزرگوں کی قبروں پر میلے منعقد کرتے ہیں اور گناہ بخشوا کر اور سال بھر کے لیے جنت کی ضمانت لے کر واپس آجاتے ہیں۔

جو لوگ ان بدعتوں سے محفوظ اور ان برائیوں سے دور ہیں وہ کسی مدرسہ کو چندہ دے کر، کوئی سبیل لگوا کر، کسی مسجد میں حافظ کا انتظام کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے جو کچھ قربانی کرنی تھی کر چکے، اب ان کو کسی چیز کی قربانی کی ضرورت نہیں اور اگر ضرورت پڑی تو اس کے حقدار اب وہ خود ہیں، اس کے بعد ہمیں شکایت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں آتی اور مسلمانوں کی مدد نہیں ہوتی، یاد رکھئے کہ مدد کا وعدہ بکرے کی قربانی کے ساتھ نہیں، بلکہ عادت کی قربانی اور خواہش کی قربانی کے ساتھ مشروط ہے، اللہ کو کچے یا بھنے ہوئے گوشت، لانبے چوڑے دسترخوانوں اور خوشبودار غذاؤں کی طلب نہیں ہے اور یہ چیزیں اس کے پاس نہیں پہونچتیں، اس کے پاس دل کا ادب ولحاظ، خدا کا خوف اور خدا کی محبت اور خدا کے لیے نفس ومال کی قربانی پہونچتی ہے اور اسی میں اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کی طاقت ہے۔

مولانا سید محمد الحسنی مرحوم

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰/نومبر ۲۰۱۱ء

اس شمارہ کی قیمت =/12₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۹ — ۱۰ر نومبر ۲۰۱۱ء مطابق ۱۳ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ — شمارہ نمبر ۱

۱۰۵۵۷ / ۱۸۱۲۶۸

اس شمارے میں

شعر و ادب
ناز جس پر کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر — جگر مرادآبادی مرحوم — ۲

اداریہ
عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت — شمس الحق ندوی — ۳

جرائد

راہ ہدایت
شریعت اسلامی — ایک کامل و مکمل ضابطۂ حیات — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ۵

اسلامی فکر
دینی مدارس — اہمیت و ضرورت — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

تاریخ عید الاضحیٰ
عید قرباں یادگار ابراہیم — مولانا عبدالماجد دریابادی — ۱۱

حقیقت قربانی
قربانی اور اخلاص — مولانا سید محمد الحسنی — ۱۳

رازِ زندگی
علم دین پر شکر — شرح صدر کا ضامن — مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — ۱۶

حق و باطل
عید الاضحیٰ اور اس کا پیغام — مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری — ۱۹

فقہ و فتویٰ
سوال و جواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۲

پاسبان دین و شریعت
طالب علم کے فضائل، حقوق اور آداب — خالد فیصل ندوی — ۲۳

کاروان ادب
اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء — اقبال احمد ندوی — ۲۶

خبر و نظر
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۹

تعارف و تبصرہ
رسید کتب — محمود حسن حسنی ندوی — ۳۱

اپیل
اہل خیر حضرات سے — ۳۲

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیرِ نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• امین الدین شجاع الدین

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زر تعاون -/250 — فی شمارہ -/12 — ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے -/50$ ڈالر

ڈرافٹ تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques [illegible]

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زر تعاون ارسال کریں [illegible] (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

FLATS AVAILABLE FOR SALE

2/3 BEDROOM FLATS

BOOKING OPEN

COMMON FACILITIES:
GYMNASIUM, COMMUNITY HALL, GAME ROOM,
100% CAR PARKING & SUFFICIENT 2 WHEELER PARKING.

CENTRALLY LOCATED AT MAHANAGAR, LUCKNOW.
CONTACT NO. : 09415109522, 09415023694

شعر وادب

ناز جس پر کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر

جگر مرادآبادی مرحوم

پہلے تو حسن عمل ، حسن یقیں پیدا کر ☆ پھر اسی خاک سے فردوس بریں پیدا کر
یہی دنیا کہ جو بت خانہ بنی جاتی ہے ☆ اسی بت خانے سے کعبے کی زمیں پیدا کر
روح آدم نگراں کب سے ہے تیری جانب ☆ اٹھ ! ادراک جنت جاوید یہیں پیدا کر
خس وخاشاک تو ہم کو جلا کر رکھ دے ☆ یعنی آتش کدۂ سوز یقیں پیدا کر
غم میسر ہے تو اس کو غم کونین بنا ☆ دل حسیں ہے تو محبت بھی حسیں پیدا کر
آسماں مرکز تخئیل و تصور کب تک؟ ☆ آسماں جس سے خجل ہو وہ زمیں پیدا کر
دل کے ہر قطرے میں طوفان تجلی بھر دے ☆ بطن ہر ذرہ سے ایک مہر جبیں پیدا کر
بندگی یوں تو ہے انسان کی فطرت لیکن ☆ ناز جس پر کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر
پستی خاک پہ کب تک ترے بے بال وپری ☆ پھر مقام اپنا سر عرش بریں پیدا کر

عشق ہی زندہ و پائندہ حقیقت ہے جگر
عشق کو عام بنا، ذوق یقیں پیدا کر

☆☆☆☆☆

اداریہ

١٠٥٥٧
١٨١٢٦٤
جرائد

عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت

شمس الحق ندوی

اس وقت پوری عالم انسانیت ،مشرق سے لے کر مغرب تک ،شمال سے لے کر جنوب تک فساد و بگاڑ کے جس دور سے گذر رہی ہے وہ نہایت بھیانک وخوفناک ہے، کہنے کو تو انسان نے بڑی ترقی کی ہے اور نت نئی ترقیاں ہوتی جارہی ہیں؛ لیکن ان ترقیوں نے جہاں انسانوں کو سہولتیں اور آسانیاں دی ہیں، وہیں ان کی ایجاد نے انسانی اقدار، اخلاق وکردار، پیار ومحبت، باہمی میل ملاپ اور احترام انسانیت کو خاک میں ملادیا ہے، بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اب تو انسانی جانوں کے بھی لالے پڑ گئے ہیں، لوٹ مار اور قتل وخونریزی کے واقعات روزمرہ کے معمولات بن گئے، طبقاتی کشمکش اور رنگ ونسل کی بنیادوں پر جو خون خرابہ ہورہا ہے، اس کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا، اس وقت بالکل وہی صورت حال ہے، جس کی تصویر کشی قرآن کریم کے یہ الفاظ ہی کرسکتے ہیں: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [روم/ ٤١] (خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا)۔ اس فساد و بگاڑ اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ اس طرح کیا گیا ہے: ﴿ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ﴾ [نور/ ٤٠] (غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک [چھایا ہوا] جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو خدا روشنی نہ دے اس کو [کہیں بھی] روشنی نہیں [مل سکتی])۔ جب جدید ترقیات نہیں تھیں تو جرائم رات کے اندھیرے میں ہوا کرتے تھے اور کم؛ لیکن اب جب انسان نے بہت ترقی حاصل کرلی ہے تو دن کے اجالے اور بجلی کی روشنی میں اندھیر مچا ہوا ہے، کہنے والے نے بہت پہلے کہا تھا ؎

لکھے گا کلک حسرت دنیا کی ہسٹری میں
اندھیر ہو رہا تھا بجلی کی روشنی میں

اس کا اصل سبب اور وجہ یہ ہے کہ انسان نے ترقی کر کے سامان راحت وآسائش اور بجلی کی روشنی کے ساتھ انسانیت سوز اور اخلاق سوز رجحانات فلسفے بھی تمدن وتہذیب کی آڑ میں پیدا کرلئے ہیں، جو مادی وسائل کے سہارے پھیل رہے ہیں اور ان میں ایسی وسعت وقوت پیدا ہورہی ہے کہ ان کی مخالفت کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مرادف ہے اور صالح فکر ورجحان رکھنے والے افراد یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ وسائل وذرائع نہیں ہیں، لہٰذا اس صورت حال کا مقابلہ کیوں کر کرسکتے ہیں۔

یہ حالات ان لوگوں کی ہمتوں کو بھی پست کررہے ہیں، جو انبیاء کرام کے امام خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے حامل وداعی ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بگاڑ کے جس درجہ کو پہونچ گئی ہے وہ اب ایسے لوگوں کے وجود کو بھی گوارہ کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ الٹے انھیں کو مجرم گردان رہی ہے اور اس کا بھرپور پروپگنڈہ بھی کررہی ہے اور ان کی ہمتوں کو مزید پست کرنے کے اسباب وذرائع استعمال کئے جارہے ہیں۔

لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو جو "امت مسلمہ" کے نام سے موسوم ہیں کسی حال میں بھی مایوس نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ ان کو نازک سے نازک حالات میں بھی مایوسی سے روکا گیا ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ: ﴿لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾ (خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا)۔

لہٰذا امت مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی لیاقت وصلاحیت، ذرائع ووسائل کے بقدر موعظہ حسنہ اور انداز حکیمانہ کے ساتھ حالات کو سدھارنے کی کوشش میں پورے عزم وحوصلہ اور یقین واعتماد کے ساتھ کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ خالق کائنات کوشش کرنے والوں کی کوشش ومحنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا، دیر سویر یہ کوششیں رات کی تاریکی کو دن کے اجالے میں تبدیل کرتی ہیں، مردہ دلوں میں زندگی کی لہر پیدا کرتی ہیں، وہ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (وہ جاندار کو

بے جان سے نکالتا ہے)، اہل ایمان کی کوششیں ضائع نہیں جاتیں، بارہا ایسا ہوا ہے کہ عمل پیہم اور جہد مسلسل نے مردہ قوموں میں زندگی پیدا کردی ہے۔

اسلامی تاریخ میں ابتلاء و آزمائش کا دور برابر آتا رہا ہے اور اہل ایمان برابر اس کا مقابلہ کرتے رہے ہیں، خطرناک سے خطرناک حالات میں ان کے ایمان ویقین میں ڈگمگاہٹ نہیں پیدا ہوئی۔

اس وقت بھی مسلمان پورے عالم میں سخت فتنوں اور آزمائشوں کے دور سے گذر رہے ہیں ان آزمائشوں میں ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ سادہ لوح اور دین سے پوری طرح واقفیت نہ رکھنے والے مسلمانوں کے ذہنوں میں مختلف انداز سے یہ بات ڈالنی شروع کردی ہے کہ مسلمان اگر حق پر ہیں اور ان کا خدا زبردست ہے تو وہ ساری دنیا میں ذلیل وخوار کیوں ہیں؟ دنیا کے متعدد علاقوں میں ان پر غربت وافلاس کا سایہ کیوں ہے؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ تو اس وقت بھی کہا گیا جب قرآن کریم نازل ہو رہا تھا، مخالفین اسلام بے تکلف اللہ کے رسول کا جو انھیں میں کے ایک فرد تھے، وہ آپ پر نازل ہونے والی وحی کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن سچا ہے اور یہ رسول برحق ہیں تو ان دونوں کا ہنسی مذاق اڑانے کی پاداش میں ہم پر خدا کا عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ ان باتوں سے اللہ کے رسول اور مسلمانوں پر کیا گذرتی ہوگی، اس کا کچھ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؛ لیکن اللہ تعالی اپنے رسول کو ڈھارس بندھاتا اور تسلی دیتا: ﴿فَلَا یَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ إِنَّا نَعۡلَمُ مَا یُسِرُّونَ وَمَا یُعۡلِنُونَ﴾ (تو ان کی باتیں تمہیں غمناک نہ کردیں یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہمیں سب معلوم ہے)۔

جب حقیقت یہ ہے تو پھر مایوسی کے بجائے اپنی سعی وکوشش کو ہر سطح اور انداز سے امت کا جو فرد جتنا کرسکتا ہو، وہ جہاں کہیں بھی ہو، اپنی صلاحیت کے مطابق کوشش کرتا رہے، حالات سے مایوس ہوکر بیٹھ نہ رہے، انشاء اللہ نتائج سامنے آئیں گے، اس لئے کہ انسان کے سامنے نتیجہ اس کی کوشش کے مطابق ہی آتا ہے، چاہے اس میں کچھ دیر لگے، اللہ تعالی خود فرماتا ہے: ﴿وَأَن لَّیۡسَ لِلۡإِنسَـٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعۡیَهُۥ سَوۡفَ یُرَىٰ ثُمَّ یُجۡزَىٰهُ ٱلۡجَزَاۤءَ ٱلۡأَوۡفَىٰ﴾ (اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا)۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ آیات صرف مسلمانوں ہی کو ہمت کا پیغام نہیں دیتیں، بلکہ پوری نوع انسانی کو اور ان سب لوگوں کو جو کوئی صحیح مقصد رکھتے ہیں، کسی مفید دعوت کے علمبردار ہیں، کسی اچھی بات کے لئے جدوجہد کرنا چاہتے ہیں، کسی عظیم مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوئے ہیں، ان سب کے لئے ان آیات میں حیات نو کا پیغام ہے اور خاص طور پر مسلمانوں کے لئے، ان کی تعلیم گاہوں کے لیے، اصلاحی مراکز کے لئے ان آیات میں پورا دستور العمل موجود ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ انسان کے لئے اتنا ہی ہے جس کی وہ کوشش کرے اور پھر اللہ تعالی فرماتا ہے اور بلیغ وخاص انداز قرآنی کے ساتھ فرماتا ہے: ﴿وَأَنَّ سَعۡیَهُۥ سَوۡفَ یُرَىٰ﴾ (اور اس کی کوشش ایک مرتبہ نظر آکے رہے گی)۔ یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ یہاں "سوف" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو عام طور پر مستقبل بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جلدی تم کو نتائج نظر نہ آئیں تو مایوس نہ ہونا ﴿سَوۡفَ یُرَىٰ﴾ وہ نظر آئے گا، جو کچھ ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں، سلطنتوں کا قیام، تہذیبوں کا عروج، علوم وفنون کی اشاعت، باکمال لوگوں کا پیدا ہونا، یہ سب انسانی سعی وجدوجہد کے ظہور کے نتائج ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر۔

لہذا حالات سے مایوس ہوکر ہمت ہار بیٹھنے کے بجائے پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ ہر بندۂ مومن کو اپنے دین وایمان، تہذیب وثقافت کی بقا اور اس کے تعارف اور دوسروں کو پیام محبت سنانے کی کوشش میں اپنی اپنی صلاحیت اور اپنے اپنے گردوپیش کے ماحول کے اعتبار سے پورے صبر وثبات کے ساتھ کام میں لگے رہنا چاہیے، نتیجہ انشاء اللہ سامنے آکے رہے گا، جس کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ ہم صرف نام کے نہیں بلکہ حقیقت میں مسلمان ہوں، ہر حال میں ہمیں اسلام پر فخر وناز ہو، اسلام ہمارا اور ہم اسلام کے ہوں، تو وسائل کی کمی اور خطرات کے ہجوم کے باوجود اللہ تعالی ہمارا معین ومددگار ہوگا اور ہمارا محافظ ونگہبان ہوگا، اللہ تعالی نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا، اس کا ارشاد ہے:

﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ یَنصُرۡكُمۡ وَیُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ﴾ (اگر تم اللہ تعالی کی مدد کروگے تو اللہ تعالی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا)۔

☆☆☆☆☆

راہ ہدایت

شریعت اسلامی - ایک کامل ومکمل ضابطۂ حیات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

﴿ٱلۡیَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِینَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ نِعۡمَتِی وَرَضِیتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَـٰمَ دِینࣰا﴾۔ [المائدہ]

ترجمہ: آج میں پورا کرچکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام (دین)۔

یہ آیت کب نازل ہوئی

یہ آیت ۱۰ھ حجۃ الوداع (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج) میں عرفہ کے روز جمعہ کے دن عصر کے وقت نازل ہوئی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا میں صرف اکیاسی روز (پونے تین مہینے سے ایک روز زائد) قیام فرمایا، صحیح روایتوں میں آتا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کو آپ پڑھتے ہیں، اگر کہیں ہم یہود پر اتری ہوتی تو ہم ضرور اس دن کو تہوار بناتے اور اس کی یادگار منایا کرتے (صحیح بخاری، ترمذی، اسحاق عن قبیصہ بحوالہ فتح الباری)، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: یہ آیت ایک نہیں بلکہ ہمارے دو تہواروں کے موقع پر نازل ہوئی، جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن دونوں بحمد اللہ ہماری عیدیں ہیں۔

آیت کی اہمیت

حقیقت میں یہ آیت اتنی ہی اہم، اتنی ہی قابل فخر وشکر اور ایسی ہی تاریخی چیز ہے کہ قیامت تک اس کی یادگار منائی جاتی رہے، یہودی عالم کا خیال اور اس کی قدر بالکل بجا تھی، وہ جانتا تھا کہ ہمارا مذہب نامکمل ہے اور یہ کہہ کر کہ اگر کہیں ہم یہودی پر (یہ آیت) اتری ہوتی تو ہم ضرور اس دن کو تہوار بناتے اور اس کی یادگار منایا کرتے، اس نے اس کا صاف اقرار کیا کہ ہمارے مذہب کے متعلق اس قسم کا کوئی اعلان نہیں ورنہ اس حسرت وآرزو کی ضرورت نہ ہوتی، حضرت عمرؓ نے آیت کی عظمت و اہمیت کے بارے میں اس سے اتفاق کیا، صرف اتنا فرمایا کسی نئے تہوار کی ضرورت نہیں، یہ آیت ایک چھوڑ دو، اکٹھا تقریبوں کے موقع پر نازل ہوئی، جو رکھے رکھائے تہوار ہیں؛ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کو ان موقعوں پر بھی یہ آیت یاد نہیں آتی، بلکہ سال میں انھوں نے ایسے نئے تہوار نکالے ہیں اور ان کو پابندی واہتمام سے مناتے ہیں، جو اس آیت کی الٹی تکذیب کرتے ہیں۔

مکمل ہونے کے کیا معنی ہیں؟

مکمل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ غرض، مقصد اور اصول وضروریات کے مطابق کوئی چیز اتنی کامل اور کافی ہے کہ کسی اضافہ کی نہ گنجائش ہے، نہ ضرورت، اگر گنجائش نہیں ہے، لیکن ضرورت ہے تو وہ باوجود خانہ پری اور ظاہری تکمیل کے ناقص اور نامکمل ہے۔

عمارت کے مکمل ہونے کا یہی مطلب ہے کہ بنانے والے کے اصول اور رہنے والوں کی ضروریات کے لحاظ سے مکمل ہے۔

اس کی تکمیل کو سمجھنے کے لئے اصول تعمیر بنانے والے کی غرض ونیت اور رہنے والوں کی ضروریات کا علم ضروری ہے، یہ علم اگر نامکمل ہوگا، عمارت نامکمل معلوم ہوگی، دین کے مکمل ہونے کا بھی یہی مطلب ہے کہ مکمل کرنے والے کے اصول اور عمل کرنے والوں کی ضروریات کے لحاظ سے بالکل مکمل ہے۔

کسی نسخہ کے تمام اجزاء ومفردات کو طبیب کی بتائی ہوئی ترکیب اور ہدایت کے مطابق استعمال کئے بغیر کبھی نفع نہیں ہوسکتا، اس کا کوئی بہترین جز، کبھی پورے نسخہ کا قائم مقام نہیں ہوسکتا، اس کی تاثیر میں اس کی خاص ترکیب کو، ادویہ کی مخصوص آمیزش کو، ترکیب استعمال کو بڑا دخل ہے، اگر کوئی شخص اس کا کوئی ایک جز، استعمال کرے یا بے قاعدہ استعمال کرے، پینے کے بجائے لیپ کرے، سینکنے کے بجائے کھالے، تو اس کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہوگا، دین بھی ایک مکمل نسخہ ہے جس کو مجموعی حیثیت سے اور اسی ترکیب سے استعمال کرنا چاہئے جیسا کہ طبیب حاذق (پیغمبرؐ) نے ہدایت کی ہے، اگر اس میں مریض نے اپنی طرف سے کوئی کمی کی، اجزاء کا انتخاب یا ترمیم واصلاح کی، تو طبیب نسخ کا ذمہ دار نہیں۔

دین مکمل مجموعہ کا نام ہے

دین مکمل مجموعہ کا نام ہے، کل کا نام ہے، جزء کا نام نہیں، یہ ہماری زبان ہے جو ہم دن رات بولتے ہیں، اعضاء کے مکمل مجموعہ کو انسان کہتے ہیں، ہاتھ کا نام انسان نہیں، پیر کا نام انسان نہیں، یہاں تک کہ سر اور چہرے کا نام انسان نہیں، دل اور دماغ (جن سے حقیقت میں انسان انسان ہوتا ہے) وہ تک انسان نہیں اور اگر سب کچھ ہو، پیر کے ناخن سے لے کر چوٹی تک سلامت ہے،

صرف جان نہیں تو وہ بھی انسان نہیں، بلکہ انسان کی لاش ہے، لیکن دین دنیا میں وہ انوکھی چیز ہے، وہ سخت جان ہے، اگر سر (توحید و ایمان نہیں) تب بھی دین ہے اور اگر کوئی جان کسی قسم کی روح نہیں تب بھی دین ہے، دین میں عقائد بھی ہیں، اعمال بھی، عبادات بھی، معاملات بھی، حقوق اللہ بھی، حقوق العباد بھی، اس میں نماز بھی فرض ہے اور (قرآن کے مطابق) تقسیم میراث بھی، جو شریعت کے حصے بخرے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں اور عمل کرنے کے لئے اپنی خواہش کے مطابق احکام اور فرائض میں سے انتخاب کر لیتے ہیں، اپنا حق لیتے ہیں اور بہن کا حق نہیں دیتے، میراث کے احکام سورۂ نساء کا رکوع ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ﴾ سود کی حرمت کی آیتیں اور اس قسم کے بیسیوں احکام قرآن سے اور شریعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ پہلے فرما چکا ہے: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾۔

(کیا تم مانتے ہو کتاب کے ایک حصہ کو اور نہیں مانتے دوسرے حصہ کو، تو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے، مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہونچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے)۔

میراث کے متعلق قرآنی تاکید و وعید

قرآن مجید کی تیسری سورت (سورۂ نساء) کا دوسرا رکوع جس میں ترکہ کی تقسیم کے متعلق صاف صاف احکام ہیں اور ان کی انتہائی تاکید فرمائی ہے، لڑکیوں کا حصہ بتانے کے بعد فرمایا: ﴿فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا﴾ (حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے، بیشک اللہ خبردار ہے حکمت والا) اور سب سے آخر میں فرمایا: ﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ﴾۔ (یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے، اس کو داخل کرے گا جنتوں میں، جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مراد اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور نکل جائے اس کی حدودوں سے، ڈالے گا اس کو آگ میں، ہمیشہ رہے گا)۔

دین پر مکمل عمل کئے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا

کسی نسخہ کے تمام اجزاء و مفردات کو طبیب کی بتائی ہوئی ترکیب اور ہدایت کے مطابق استعمال کئے بغیر کبھی نفع نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی بہترین جزء بھی پورے نسخہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، اس کی تاثیر میں اس کی خاص ترکیب کو، ادویہ کی مخصوص آمیزش کو، ترکیب استعمال کو بڑا دخل ہے، اگر کوئی شخص اس کا کوئی ایک جزء استعمال کرے یا بے قاعدہ استعمال کرے، پینے کے بجائے لیپ کرے، سینکنے کے بجائے کھالے، تو اس کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہوگا، دین بھی ایک مکمل نسخہ ہے، جس کو مجموعی حیثیت سے اور اسی ترکیب سے استعمال کرنا چاہئے جیسا کہ طبیب حاذق (پیغمبر) نے ہدایت کی ہے، اگر اس میں مریض نے اپنی طرف سے کوئی کمی کی، اجزاء کا انتخاب یا ترمیم واصلاح کی، تو طبیب نفع کا ذمہ دار نہیں۔

یہ جو کچھ تم نے سنا، کمی کرنے اور ترمیم کے متعلق سنا، یہ نہایت اہم چیز ہے، صحابۂ کرام شریعت پر مکمل عمل کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ اسلام کا مکمل نمونہ تھے، ان پر اس کا مکمل رنگ تھا، وہ سر سے پاؤں تک اس رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے، ان کی پوری زندگی اور معاشرت مکمل اور منظم تھی، اب اضافہ اور زیادتی کے متعلق سنو! یہ زیادہ نازک چیز ہے اور بہت سے لوگ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ دین اور ثواب سمجھتے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں میں دونوں عیب تھے، علماء کہتے ہیں کہ نصاریٰ پر تفریط (کمی کرنا) غالب تھی اور یہود پر افراط و غلو اور زیادتی غالب تھی۔

مکمل میں اضافہ اس کو کمزور کئے اور اس میں سے کچھ نکالے بغیر نہیں ہو سکتا

کسی چنی ہوئی مضبوط و مکمل دیوار میں اگر تم باہر سے ایک اینٹ رکھنا چاہو، تو تمہیں اس اینٹ کے لئے جگہ پیدا کرنی ہوگی، جو اس وقت نہیں ہے، اس کے لئے تمہیں پوری دیوار ہلانی پڑے گی، ایک اینٹ کے لئے کئی اینٹیں نکالنی پڑیں گی اور کبھی کئی گز کھودنا پڑے گا اور کم سے کم ایک اینٹ ضرور نکالنی پڑے گی۔

یاد رکھو کہ کسی مکمل چیز میں کم سے کم اضافہ بھی بغیر کچھ کمی اور ترمیم کئے ہوئے، کچھ نکالے ہوئے نہیں ہو سکتا، اگر تم کچھ اضافہ کرنا چاہتے ہو تو اس میں کچھ کمی کرنے کے لئے اور اس میں قطع و برید کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے جسے خوب بنایا گیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی، دیکھنے والے اس کو چاروں طرف سے دیکھتے ہیں اور سوائے اس اینٹ کی جگہ کے اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے ہیں، میں وہ اینٹ ہوں، میں نے اس اینٹ کی جگہ بھر دی اور میری وجہ سے وہ عمارت

مکمل ہوگئی اور انبیاء علیہم السلام کا (سلسلہ) مکمل ہوگیا، (اس سے معلوم ہوگیا کہ قیامت تک کسی نبی کی گنجائش قطعاً نہیں، جگہ نہیں، جگہ ایک ہی اینٹ کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھر دی، اب یہ اینٹ خاکم بدہن نکال دی جائے تو نئی اینٹ رکھی جا سکتی ہے؛ لیکن اول تو وہ اینٹ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی، دوسرے ہر مٹی، چونہ کی خانہ ساز اینٹ وہ جگہ بھر نہیں سکتی)۔

بدعت آتی ہے تو ایک سنت جاتی ہے

یہی مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کا ہے: "ما أحدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة" (جب کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے، تو اسی کے بعد ایک سنت ضرور اٹھ جاتی ہے) یعنی ایک اینٹ کے لئے دوسری اینٹ نکالی جاتی ہے اور یہ بالکل عقل کے مطابق ہے، اگر کسی لبالب پیالے میں کچھ اور ڈالا جائے تو ضرور چھلکے گا، پہلی چیز کچھ ضرور گر جائے گی اور نئی چیز کے لئے جگہ خالی کرے گی، انسان کا وقت اس کی قوت و توجہ اور اس کا ظرف محدود ہے، اس میں ایک خاص مقدار کی گنجائش ہے اور وہ گنجائش دین نے پوری کر دی ہے، اب گنجائش کہاں سے آئے، اس میں کچھ کمی کی جائے تو نئی چیز کے لئے گنجائش نکلے، اب اگر اس کی قوت یا اس کا وقت یا اس کی دولت کہیں بیجا صرف ہوگی، تو کہیں سے لے کر، اسی لئے ہر فضول خرچی کے ساتھ کوئی حق تلفی ضرور ہوتی ہے، حقیقت میں دین بالکل حساب سے ہے نہ کم نہ زیادہ، وہ اس نے بنایا ہے جس کو انسان کی ضروریات کا اور اس کی استعداد کا صحیح علم ہے۔ (حضرت مجدد شیخ احمد سرہندیؒ نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ ہر بدعت کے ساتھ ایک سنت ضرور اٹھ جاتی ہے اور اس کی مثالیں دی ہیں، دیکھو: مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(جاری)

حج کے بعد حجاج کرام کی ذمہ داری

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو اللہ رب العزت کے گھر حاضری دے کر حاجیوں کی بڑی تعداد واپس آ چکی ہوگی۔ گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ انعامات سے سرفراز ہو کر خوش قسمت بہن بھائی اپنے گھروں کو پہنچ چکے ہوں گے۔ ان کو حج کا مبارک سفر صد بار مبارک ہو، اللہ تعالیٰ کے مہمان حج کی برکتیں وصول کر کے اپنے اہل و عیال سے ملاقات کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے ہوں گے۔

مدینہ منورہ کا قیام اور بار بار روضۂ اقدس پر درود و سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر کے اپنے قلب و روح کو روضۂ اقدس کی زیارت سے منور کر کے ان کی قسمت کو چمکا دینے والا یہ سفر الحمد للہ بخیر و عافیت تمام ہوا۔

ایک تو سفر میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور پھر حج کے مبارک سفر میں تو دعاؤں کی قبولیت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، مالک الملک أرحم الراحمین کا دربار کھلا ہوا اور بندوں کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں، زبانیں اپنے رب سے بھیک مانگ رہی ہوں، تو کیا مانگنے والے کا دامن خالی رہ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ بھکاری خالی دامن اور خالی ہاتھ واپس آ سکتا ہے، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے گھر اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در سے کامیاب لوٹنے والو! اب سوچو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل و کرم ہوا ہے اور اب تمہاری کیا ذمہ داری ہے؟! اب تمہاری زندگی کس طرح گزرنی چاہئے، تم اگر تاجر ہو تو اب تمہاری تجارت کیسی ہونا چاہئے، ملازمت پیشہ ہو تو تمہارا کیا طرز عمل ہونا چاہئے، کسان ہو تو تمہارا کیا برتاؤ ہونا چاہئے؟!

شریعت کی پابندی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر سر تسلیم خم کرنا تمہارا شعار ہونا چاہئے، اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی میں ڈھال دینا چاہئے اور اپنے صبح و شام ذکر و تلاوت سے آباد کرنا چاہئے، اپنے اقرباء، پڑوسیوں اور ملنے والوں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کرنا اپنا طریقہ ہونا چاہئے، بڑوں کا لحاظ، چھوٹوں پر شفقت کرنا چاہئے، غریب مسلمانوں کی فکر اور ان کے مسائل کو حل کرنا چاہئے، دینی و اسلامی خدمات میں اپنے اوقات صرف کرنا چاہئے۔

یہ ہے حج کا پیغام جس پر عمل کر کے ہماری زندگی کامیاب ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

اسلامی قلعے

دینی مدارس-اہمیت وضرورت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے اشتراک سے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے زیر اہتمام پٹنہ میں مورخہ ۲۱، ۲۲/ستمبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۲، ۲۳/شوال المکرم ۱۴۳۲ھ کو دو روزہ سمینار کا انعقاد "معاصر دینی تعلیم - مشکلات واحوال" کے عنوان سے کیا گیا، جس میں صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس موضوع پر بڑا وقیع وچشم کشا مقالہ پیش فرمایا، ذیل میں ہم افادۂ عام کے لیے اس کلیدی مقالہ کو نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ہماری مذہبی علوم کی بڑی درسگاہیں ہماری ملت کے فرزندوں کو اسلامی علوم وتعلیمات سے گہری واقفیت رکھنے والے ایسے افراد مہیا کرتی ہیں، جو مذہبی معاملات میں نہ صرف یہ کہ ان کی ضرورت پوری کریں بلکہ وقت کے دوسرے پیچیدہ دینی معاملات میں ان کی رہبری کریں، تاکہ مسلمانوں کی زندگی مذہبی طور پر مضبوط رہے، لیکن خود مسلمانوں کے بعض دانشور حضرات ان دینی مدارس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک دینی تعلیم کی ایسی اہمیت نہیں کہ اس کے لیے علاحدہ سے کوئی بڑا انتظام کیا جائے کیونکہ دین کا علم ان کے نزدیک صرف چند معمولی باتوں تک محدود ہے، جو کہ بلا کسی خاص نظم وانتظام کے خود بخود معلوم ہو سکتا ہے، ان کا یہ خیال صرف ایک سطحی خیال ہے، مسلمانوں کی زندگی میں دین ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے اور تفصیلی انداز سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی زندگی میں پوری وسعت رکھتا ہے، اس بات کو وہ حضرات نہیں سمجھتے، وہ مغرب کے لادینی نقطۂ نظر سے ہی سوچتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دین کی تعلیم کے لیے اتنی وسعت اور اس کو باقاعدہ نظام دینے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر وہ دین کو زندگی میں وسیع مقام نہ دیتے ہوئے اس کو مسلمان کی زندگی کا صرف ایک پہلو ہی مان لیں تو جس طرح انسانوں کو ان کی خالص دنیاوی زندگی کے لیے میڈیکل کالجوں کی ضرورت ہے، تاکہ لوگوں کی صحت مند زندگی کے تحفظ کی اہم ضرورت پوری ہوتی رہے، اور جس طرح لاء کالجوں کی ضرورت ہے کہ حکومت وقت کے قوانین سے واقفیت رکھنے والے ماہرین پیدا ہوں، اور قانونی تحفظ کا انتظام ہو، اسی طرح مسلمانوں کی دینی زندگی کو اگر صرف ایک پہلو ہی تسلیم کر لیا جائے تو بھی انہیں ہمارے ان دینی مدارس کی اہمیت کو ماننا پڑے گا، کہ اس ضرورت کے انتظام کے لیے ایسی درسگاہوں کی ضرورت ہے جہاں ان کے دینی معاملات کے ماہر تیار کئے جا سکیں، حالانکہ اسلام میں مذہب زندگی کا صرف ایک پہلو ہی نہیں، بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر احکام وتعلیمات رکھتا ہے، جن کے جاننے اور ان پر عمل کئے بغیر ہم زندگی کو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق نہیں بنا سکتے۔

دراصل مغربی فکر کے رہنماؤں کی طرف سے تعلیمی مسئلہ میں جو تصور دیا گیا، وہ ان کے یک طرفہ صرف دنیاوی تصور کا حامل ہے، ان کا نصاب جب جاری ہوا تو اس نے ایک صدی کے عرصہ میں مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہنوں کی تشکیل میں خاصی حد تک اسی فکر ورجحان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا جس میں صرف دنیاوی مقاصد کو ہی کافی سمجھا گیا، اور چونکہ عوام الناس اپنے سطحی ذہن کے سبب دنیاوی کامیابی کو اہمیت زیادہ دیتے ہیں، اس لئے ان کو صرف حکومت کے سرپرستی والا نظام ہی اپنی ضرورت کے مطابق نظر آیا چنانچہ ملک کے عامۃ الناس اور ایسے دانشور جن کے ذہن میں آخرت کا تصور مضبوط نہیں، وہ صرف اسی نقطۂ نظر کو کافی سمجھنے لگے۔ اس میں دینی پہلو کی طرف بالکل توجہ نہ تھی، اس طرح مسلمانوں کی مذہبی تعلیمات اور عقائد و اقدار کے سلسلے میں جو خلاء پیدا ہو رہا تھا، اس سے بچانے کے لئے ضروری تدبیر اختیار کرنے کی طرف ان دانشوروں کی توجہ نہیں ہوئی۔ اسی کے تدارک کے لئے ہمارے اس دور کے علماء نے توجہ کی، اور دینی مدارس قائم کئے اور ان کی نچلی سطح پر دینی مضامین کے ساتھ رائج الوقت زبان اور معلوماتی مضامین کو بھی داخل نصاب کیا۔

پھر تعلیم کی اونچی سطح پر دینی علوم میں پختگی اور حسب ضرورت رہنمائی اور دینی تقاضوں کو صحیح طریقہ سے حل کرنے کی ضرورت کو پورا کرنے میں دینی علوم میں گہرائی اور اختصاص پیدا کرنے کی جو اہمیت ہے، اس کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے، اس کو زائد از ضرورت سمجھنا مغربی فکر ورجحان کو اپنا لینے سے پیدا ہوا ہے، یہ اسلامی فکر وعقیدہ کے بالکل خلاف ہے، اور یہ دراصل مغربی فکر کے الحادی تصور کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔ مذہبی علوم کی مقدار اور اس میں دیئے جانے والے وقت کو گھٹانے کی جو بات کہی جاتی ہے، اس کی بنیاد دراصل مذہبی علوم کی وسعت اور ان میں اختصاص پیدا کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے، ہماری مغربی نقطۂ نظر کی تعلیم

گاہیں جن کا نظام دراصل مغربی سامراج کے عہد میں شروع ہوا، وہ ایسے افراد پیدا کر رہی ہیں جن میں اسلامی نقطۂ نظر کے اعتبار سے اس طرح کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، وہ اگر اسلامی عقیدہ اور اس کی ساری تعلیمات کو اہمیت نہیں دیتے تو وہ کم از کم یہ تو کر سکتے ہیں کہ مذہبی درسگاہوں کی اسلامی علوم میں تخصص پیدا کرنے کے عمل کو مسلمانوں کی ایک اہم تعلیمی ضرورت سمجھ کر انہیں اپنا کام کرنے دیں، اور وہ خود اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اپنی تعلیم گاہوں کے ابتدائی مرحلہ کی تعلیم میں دینی عقیدہ اور بنیادی احکام کے مضمون کو بھی شامل نصاب کریں۔ اس کو داخل نصاب کرنے میں ان کا کوئی حرج نہیں، بلکہ ان کا شامل کرنا آغاز تعلیم میں مسلمان بچوں میں دینی بنیادوں کو مضبوط رکھنے کی ضرورت کی بنا پر بہت ہی مناسب اور ضروری ہے، افسوس یہ ہے کہ وہ دینی تقاضے کے مضامین کو اپنے نصاب میں جگہ نہیں دیتے، اور اس کے نتیجہ میں وہاں کے فیض یافتہ حضرات بجائے اپنے تعلیمی نظام کے اس نقص کو محسوس کرتے، وہ ہماری دینی تعلیم گاہوں کی طرف سے دینی ضرورت کو حل کرنے کا جو نظم کیا جاتا ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اکثر دینی مدارس اپنے بنیادی، ابتدائی اور متوسط تعلیم کے مرحلہ میں نصاب تعلیم کے ان دونوں پہلوؤں کو جمع کرتے ہیں، اور زندگی کے تقاضوں کے حامل علوم ومعلومات کو شامل نصاب کرنے لگے ہیں، البتہ وہ اپنے نظام تعلیم کے اوپر کے درجات میں امت کی دینی رہبری اور دینی معاملات پر پورا عبور حاصل کرنے کی استعداد پیدا کرنے کے لائق توجہ ونظم کو اختیار کرتے ہیں، تاکہ امت کی اس پہلو کی ضرورت پوری ہو۔

ہمارے عصری علوم کی ان ابتدائی تعلیم کی تعلیم گاہوں میں اگر دونوں پہلوؤں کی ضرورت پورا کرنے کا عمل ہو تو مغربی فکر کے لائے ہوئے نظام تعلیم نے دین ودنیا کے علوم میں جو تفریق پیدا کر دی ہے وہ دور کی جا سکتی ہے، اور جو کہ مسلمانوں کے تعلیمی عروج کے زمانے میں تعلیم کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جمع کرنے کی صورت میں تھی وہ جامعیت اب بھی قائم کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کی اس ضرورت کو سمجھا اور مانا جائے۔ اس کام کو عصری درسگاہیں اپنے وسیع وسائل کے ذریعہ سے زیادہ آسانی سے کر سکتی ہیں، ان کے مقابلہ میں ہماری دینی درسگاہیں بہت تنگ اور محدود وسائل رکھتی ہیں، اس لیے ان کے لیے تعلیم کی متعدد اور مختلف شاخوں کو پورے طور پر جمع کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ اس کے باوجود ہمارے دینی مدارس اپنے ابتدائی اور ایک حد تک ثانوی مرحلہ میں دینی پہلو کا حق ادا کرتے ہوئے زندگی کے دیگر لازمی تقاضوں کا لحاظ اپنے محدود وسائل کے ساتھ کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں، چنانچہ ان کے ابتدائی مرحلہ کے نصاب میں رائج الوقت زبان اور لازمی سماجی مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں، جس سے دین اور دنیا کے دونوں پہلوؤں کی جامعیت حاصل ہو جاتی ہے، اس کو اگر ہمارے جدید فکر کے دانشور دیکھ لیں تو ان دینی مدارس کے متعلق انہیں صحیح رائے قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اس کے برخلاف رائج تعلیمی نظام میں مسلمانوں کی زندگی کی مذہبی ضرورت کو بالکل نظر انداز کر دیئے جانے سے اس سلسلے میں جو خلا پیدا ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں اسلامی عقیدہ و عمل کے لیے جو خطرہ پیدا ہوتا ہے، اس کو دھیان میں رکھتے ہوئے غیرت اسلامی کے حامل مسلمانوں نے اسی تدارک کے لیے اسلامی تشخص اور دینی تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے ہی یہ ضرورت سمجھی کہ دینی تعلیم کے لئے علیحدہ سے نظام قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ صحیح دینی عقیدہ و اسلامی تصور کا جو خلا ہو رہا ہے، اس کا تدارک جس حد تک بھی ہو سکے کیا جائے، اس کے لیے علماء دین مخصوص دینی مدرسے قائم کرنے پر مجبور ہوئے، اور تعلیم کے اعلیٰ مرحلہ میں علوم اسلامیہ کے ماہر علماء تیار کرنے کا انتظام کیا، تاکہ جدید خالص مادی فکر کے اثر سے پیدا ہونے والے اسلام مخالف اثرات کا مقابلہ کیا جا سکے، اور امت اسلامیہ کے دینی تشخص اور زندگی کے صالح تصور کو جس حد تک ہو سکے بچانے کا کام

موجودہ عہد کی یہ بات بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلم دشمنی کا نیا رجحان مسلمانوں کے دینی شعور کو ختم کرنے کی سازش کے رجحان میں آتا ہے۔ عالمی پیمانہ پر اس امت اسلامیہ کو بے اثر بلکہ بے نام و نشان کردینے کی کوشش ہورہی ہے، جگہ جگہ ان کے بقا اور دین کے ساتھ ان کے تعلق کو ختم کردینے کی سازشیں چل رہی ہیں، کہیں علمی و فکری میدان میں، کہیں تمدنی و تاریخی میدان میں، کہیں سیاسی و سماجی میدان میں ایسے ایسے فتنے کھڑے کئے جارہے ہیں کہ اگر ان کے مقابلہ کے لیے ممتاز اہل علم و اعلیٰ صلاحیت کے علماء و فضلا، تیار کرنے کا کام نہ کیا گیا، تو اس امت کے وجود کو خطرہ پیش آسکتا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ہمارے اعلیٰ دینی تعلیم کے اداروں کی اہمیت کو کم نہ سمجھنا چاہئے ان کی حیثیت اسلامی عقیدہ و فکر کے قلعوں کی ہے، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اہمیت سمجھنا چاہئے، اور ان کو تقویت پہونچانا چاہئے۔

انجام دیا جاسکے، اسی ضرورت کو محسوس کرکے سامراجی حکومت کے زمانہ میں ہمارے علماء کرام نے دینی مدرسوں کے قیام کا اقدام کیا، اور مغرب کے خالص مادی فکر کی حامل درسگاہوں سے نکلنے والوں میں جو دینی کمی ہے، اس کا تدارک ہو، اس کی بناء پر ہمارے مدارس کا یہ نظام بنا۔ اب آزادی کے دور میں سہولت ہے کہ ہم جدید حالات کے لحاظ سے جو ضرورت محسوس ہو، اس کو امت اسلامیہ کے دینی تقاضے کا لحاظ رکھتے ہوئے نصاب میں شامل کریں، تاکہ امت مسلمہ کے مذہبی تحفظ کے لیے جو نظم کیا جاسکے کیا جائے، اور مسلم عوام کو ضروری دینی رہنمائی بھی ملے، جس کے ذریعہ وہ زندگی کو اسلامی اقدار کے مطابق استوار کرسکیں، اسی فکرمندی کے باعث ملک کے علمائے دین نے دینی مدارس قائم کیے تھے جو مادی وسائل کی سخت کمی کے باوجود اہل اسلام کو ان کے دینی تقاضہ سے واقف کراتے، اور علوم دینیہ اور اس کی ضرورت کے مطابق ان مدارس کو چلاتے رہے، مسلمانوں کا مذہب سے جو تعلق ہے اس کی بناء پر عوام کی طرف سے علماء کی کوششوں کو عام طور سے سراہا اور پسند کیا جاتا ہے۔

ہمارے ان دینی مدارس پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے زندگی کے دیگر تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہیں اور ایسے افراد پیدا کرتے ہیں جو سوائے نماز روزے کے زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کرسکنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور نہ حالات زمانہ کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لوگوں کا یہ اعتراض ان کی بے خبری کی وجہ سے ہے، انہوں نے ان مدارس سے حاصل ہونے والی صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش نہیں کی، یہ مدارس اگرچہ خالص دینی علوم کے لیے قائم کیے جاتے ہیں، لیکن یہ ابتدائی مرحلہ کی تعلیم میں زندگی کے ضروری پہلوؤں کی تعلیم کو بھی جگہ دیتے ہیں، اور اوپر کی تعلیم میں بھی زندگی کے ضروری تقاضوں سے بھی حسب استطاعت واقف کرادیتے ہیں۔

موجودہ عہد کی یہ بات بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلم دشمنی کا نیا رجحان مسلمانوں کے دینی شعور کو ختم کرنے کی سازش کے رجحان میں آتا ہے۔ عالمی پیمانہ پر اس امت اسلامیہ کو بے اثر بلکہ بے نام ونشان کردینے کی کوشش ہو رہی ہے، جگہ جگہ ان کے بقا اور دین کے ساتھ ان کے تعلق کو ختم کردینے کی سازشیں چل رہی ہیں، کہیں علمی وفکری میدان میں، کہیں تمدنی وتاریخی میدان میں، کہیں سیاسی وسماجی میدان میں ایسے ایسے فتنے کھڑے کیے جارہے ہیں کہ اگر ان کے مقابلہ کے لیے ممتاز اہل علم واعلیٰ صلاحیت کے علماء وفضلاء تیار کرنے کا کام نہ کیا گیا، تو اس امت کے وجود کو خطرہ پیش آسکتا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ہمارے اعلیٰ دینی تعلیم کے اداروں کی اہمیت کو کم نہ سمجھنا چاہئے ان کی حیثیت اسلامی عقیدہ وفکر کے قلعوں کی ہے، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اہمیت سمجھنا چاہئے، اور ان کو تقویت پہونچانا چاہئے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے ان اعلیٰ دینی تعلیم کے اداروں میں حالات حاضرہ اور موجودہ خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب میں ترمیم واضافہ کا عمل جاری ہے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

خلفائے اربعہ

کی ترتیب خلافت میں قدرت وحکمتِ الٰہی کی کارفرمائی اور حضرات حسنینؓ کے اقدام میں اُمت کے لیے رہنمائی

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

صفحات:56 قیمت:35

☆تفسیر ماجدی (جلد چہارم)

[جدید ایڈیشن]

از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

(تفسیر ماجدی کی نئی تقسیم)

۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء کے ایڈیشن سے اس تفسیر کو قرآن مجید کی منزلوں کے اعتبار سے منقسم کرکے شائع کیا جارہا ہے، اسلئے اب ہر جلد ایک منزل پر مشتمل ہوگی، اس طرح تفسیر ماجدی انشاء اللہ سات جلدوں میں مکمل ہوگی۔

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

تاریخ عید الاضحیٰ

عید قرباں یادگار ابراہیمؑ

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

اللہ اللہ ادو مہینے دس دن کی مدت بھی کوئی مدت ہے، بات کہتے کٹ گئی اور شوال کی پہلی کی یاد ابھی مٹنے نہ پائی تھی کہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ آگئی، وہ مسلمانوں کی پہلی سالانہ عید تھی، یہ دوسری اور آخری، وہ عیدالفطر تھی یہ عید قرباں یا عیدالاضحیٰ (غلط العوام میں عیدالضحیٰ)، وہ میٹھی عید تھی، آج کی عید نمکین، اس روز سویاں پکائی گئی تھیں، آج قربانیاں ہوں گی، وہ جشن تھا اس کا کہ اطاعت اور ضبط نفس کے پورے تیس دن ختم ہوئے اور نزول قرآن کی یادگار پورے مہینے بھر سنائی جاتی رہی تھی، آج خوشی اس کی ہے کہ نصیبے والے عین مرکز اسلام میں کعبۃ اللہ کے گرد چکر پر چکر کاٹ رہے ہیں، طواف وزیارت کی دولت سے مالال ہورہے ہیں پروانے شمع پر نثار ہورہے ہیں، مکہ کی گلیوں میں، مکانوں میں، دوکانوں میں، مسجد حرم کے صحن میں، دالانوں میں، حاجیوں کا، زائروں کا ہجوم، منیٰ کے میدانوں میں، خیموں میں، مکانوں میں قربانیوں کی دھوم، پورے عشرہ کا عشرہ چاند کی پہلی سے دسویں تک وقف خیر وبرکت کے لئے، نزول رحمت کے لئے، جس نیکی کی بھی توفیق پاجائیے، ہمیشہ سے زیادہ، معمول سے بڑھ کر ثواب لائیے، خود حاجی ہونا الگ رہا، حاجیوں کی نقل تک باعث اجر، ان کی طرح بال بڑھائیے، ناخن نہ ترشوائیے اس کا بھی اجر پائیے۔

"لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک" ۔ تاریخ کی زبان سے روایت یہ سننے میں آئی ہے کہ آج سے کچھ اوپر پانچ ہزار سال قبل کلدانیہ کے ملک میں، بت پرستوں کی قوم میں، بت تراشوں کے گھرانے میں، ایک مقبول اور بہت مقبول، برگزیدہ اور نہایت برگزیدہ بندہ ابراہیم نامی آباد تھے، یہ کلدانیہ وہی ہے جسے انگریزی میں 'کالڈیا' کہتے ہیں یا آج کی جغرافیائی اصطلاح میں عراق، بندہ کے طرح طرح کے امتحانات مالک کی طرف سے ہوئے اور ابراہیم ہر آزمائش میں پورے اترے، آخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہی تھے، کچھ روز بعد حکم ہجرت کا ملا، سرزمین شام پر پہنچے اور پھر مصر ہوتے ہوئے حجاز کی خشک اور پتھریلی وادی میں آئے، علاقہ ویران پانی کا نام نہ نشان، سبزہ کی جگہ ہر طرف ریگستان، نیچے تپتی ہوئی زمین اوپر دہکتا ہوا آسمان، حکم ملا کہ یہیں ایک گھر بناؤ اس مٹی اور پتھر کا؛ لیکن اپنے لئے نہیں، ہماری عبادت کے لئے اور ہاں ذرا یہ کرنا کہ اسے منسوب ہماری جانب کردینا، ہم گھر اور در کی قید سے ماوراء، مکان اور چھت کی نسبت سے بھی برتر وبالا؛ لیکن ذرا اسی کے ساتھ ہمارا نام ڈال تو دو اور ہماری ہی بسائی ہوئی دنیا کو آواز دے دو کہ اس گھر کی طرف آجایا کرو: ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ فرمانبردار بندے نے پکار کردی اور اس وقت پکار کی جب نہ تار تھا نہ ٹیلیفون، نہ وائرلیس نہ لاؤڈ اسپیکر، نہ لوگ نشریات (براڈکاسٹنگ) کے قانون سے واقف تھے، نہ گھر گھر ریڈیو لگے ہوئے تھے، ابراہیم کی پکار خدا معلوم کس لاہوتی میٹر پر اور کس ملکوتی لہر (wave Length) سے شائع ہوئی کہ آج تک اس کی تھرتھراہٹ فضائے کائنات میں آپ خود سن رہے ہیں۔

حج کی تاریخ میں ابھی ہفتوں کا نہیں مہینوں کا زمانہ باقی ہے کہ دربار کی حاضری کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور اپنے اپنے گھر سے چل کھڑے ہوئے، اپنے مالک دھونی کے متوالے دنیا کے گوشہ گوشہ سے، روئے زمین کے چپے چپے سے، کوئی کابل سے، کوئی قندھار سے، کوئی مصر سے، کوئی ایران سے، کوئی عراق سے کوئی سیلون سے، کوئی جاوا سے، کوئی افریقہ کے ویرانہ سے، کوئی یورپ کے نشاط خانہ سے، غرض خلقت ہے کہ ہر چہار طرف سے امنڈتی چلی آرہی ہے: ﴿يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ کوئی ریل سے، کوئی جہاز سے، کوئی موٹر پر، کوئی لاری پر، کوئی پیدل، کوئی سواری پر، کوئی غریب اپنی کمر کو کسے ہوئے اور کوئی صاحب اونٹ کی پیٹھ پر سجے ہوئے۔

کعبہ اسلام کا جغرافیائی مرکز ہے، مرکز کا ربط محیط کے گوشہ گوشہ سے، دائرہ کے نقطہ نقطہ سے، دانا وبینا جوڑنے والے نے یوں جوڑا کہ ہر صاحب حیثیت پر عمر میں کم از کم ایک مرتبہ حج فرض کردیا، حج کا رکن اعظم ہے ۹ ذوالحجہ کو میدان عرفات میں حاضری سو وہ کل ہوگئی، اب آج کا دن اس سعادت کی خوشی منانے کا دن ہے، کلمہ گو جہاں کہیں بھی آباد ہیں آج جشن منائیں گے؛ لیکن اس مسرت کی غفلت میں دن چڑھے تک خراٹے لینے کے بجائے آج معمول سے اور

سویرے اٹھیں گے، غسل کریں گے، اجلے کپڑوں کے ساتھ، بشاش چہروں کے ساتھ عیدگاہ روانہ ہوں گے اور واپس آئیں گے تو ان میں جو صاحب حیثیت ہیں وہ اچھے اور پاک صحیح اور تندرست جانوروں کی قربانی کا تحفہ اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کریں گے، خود اپنی طرف سے، اپنے عزیزوں کی طرف سے، بزرگوں کی طرف سے اور جب کھانے کا وقت آئے گا تو تنہا نہیں کھا لیں گے، بلکہ ایک تہائی مسکینوں محتاجوں اور مفلسوں کی نذر کردیں گے، ایک تہائی دوست احباب کی خدمت پیش کریں گے، جب کہیں ایک تہائی اپنے لئے رکھیں گے، عیدالفطر کے دن تاکید تھی کہ کوئی بدنصیب فاقہ سے نہ رہ جائے، عید قربان کے دن ترغیب ہے کہ غریب سے غریب بھائی کی زبان کو کھانے پینے کی لذتوں کا کچھ مزہ آجائے۔

عیدالفطر سال گرہ تھی نزول قرآن کی، عید قرباں سال گرہ ہے بنیاد کعبہ کی، ابراہیمؑ موحد تھے موحدوں کے سردار، توحید ہی کے جرم میں آگ میں جھونکے گئے تھے، ملک سے نکالے گئے تھے، حق تھا کہ ان کی قائم کی ہوئی یادگار کے سلسلے میں توحید کا رنگ ہر رنگ پر غالب ہو اور سب سے نمایاں، آج آفتاب بلند ہوا کہ لگے لوگ عیدگاہ اور مسجدوں کی طرف چلنے اور لگے ہر طرف سے رب کی بڑائی کے نعرے بلند ہونے، سینوں کے اندر توحید کے ولولے، زبانوں پر تکبیر کے زمزمے، کیا خوب ظاہر ہے اور کیا خوب باطن اور کیا خوب قال اور کیا خوب حال، عیدالفطر کے دن یاد ہوگا کہ تکبیریں صرف نماز عید کے ساتھ آمد و رفت کے راستے میں، بقرعید کے موقعہ پر ایک نماز ایک وقت، بلکہ ایک دن بھی اس جوش کے اظہار کے لئے کافی نہیں، اب کی تکبیر شروع ہوگی، ۹ تاریخ کی فجر ہی سے اور جاری رہے گی، ہر نماز کے ساتھ، ابھی تین دن اور یعنی ۱۳ کی عصر تک، مرکز میں آج مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پکارے گا:

"لبیك اللھم لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك" (حاضر ہے اے مالک ومولی! یہ غلام حاضر ہے، شہادت دیتا ہوا حاضر ہے۔)

یہ آداب حاضری دینے والوں کے ہوئے، مرکز سے دور باہر والے ۹ سے ۱۳ کی سہ پہر تک ساڑھے چار دن ہر نماز کے بعد پکاریں گے: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد" (بڑائی تو آپ ہی میں ہے صرف آپ میں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑائی آپ میں ہے صرف آپ میں، ہمارے شکر کی مخاطب آپ ہی کی ذات ہے، ہماری مدح وثنا کے سزاوار آپ ہی کے کمالات۔)

مسلمان قربانی کے لئے تیاری دنوں ہفتوں مہینوں پیشتر سے کرے گا، پاک صاف جانور اچھا تندرست بے عیب دیکھ کر خریدے گا، کھلائے گا، پلائے گا، اپنے سے خوب ہلائے گا اور جب اس سے تعلق انس ومحبت کا رحمت وشفقت کا قائم ہو جائے گا، تو اپنے اور اس کے یعنی دونوں کے مالک کے حکم سے اس تعلق پر اپنے ہاتھ سے چھری چلادے گا، پالے ہوئے جانور کو پیار کی نظروں سے دیکھے گا، آخر وقت تک کھلائے پلائے جائے گا؛ لیکن جب حکم کی تعمیل میں زمین پر لٹائے گا تو قبلہ رخ منہ کرکے جدھر وہ خود دن رات میں خدا معلوم کتنی بار جھکتا ہے اور گرتا ہے اور زبان سے کہتا جائے گا:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔﴾ (یہ کسی دیوی دیوتا کی بھینٹ نہیں چڑھا رہا ہوں، میرا رشتہ تو صرف اسی سے جڑا ہوا ہے، میں تو پجاری صرف اس کا ہوں، جس نے پیدا کر رکھا ہے آسمان وزمین کو، میرا دستور زندگی تو تمام تر اس کے قانون کی پیروی ہے۔) ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (میری دعائیں اور میری عبادتیں،

نصیبے والے عین مرکز اسلام میں کعبۃ اللہ کے گرد چکر پر چکر کاٹ رہیں، طواف وزیارت کی دولت سے مالا ل ہو رہیں، پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں، مکہ کی گلیوں میں، مکانوں میں، دوکانوں میں، مسجد حرم کے صحن میں، دالانوں میں، حاجیوں کا، زائروں کا ہجوم، منیٰ کے میدانوں میں، خیموں میں، مکانوں میں قربانیوں کی دھوم، پورے عشرہ کا عشرہ چاند کی پہلی سے دسویں تک وقف خیر وبرکت کے لئے، نزول رحمت کے لئے، جس نیکی کی بھی توفیق پا جایئے، ہمیشہ سے زیادہ، معمول سے بڑھ کر ثواب لایئے، خود حاجی ہونا الگ رہا، حاجیوں کی نقل تک باعث اجر، ان کی طرح بال بڑھائیے، ناخن نہ ترشوائیے، اس کا بھی اجر پائیے۔

میری زندگی اور موت نہ اپنے نفس کے لئے ہے اور نہ قوم اور اس ملک کے چھوٹے موٹے دیوی دیوتا کے لئے ہے، اسی کے حکم اور قانون کے تابع ہے جو پروردگار ہے، ہر ملک کا، ہر قوم کا، ساری مخلوقات کا، جمیع موجودات کا، کل کائنات کا۔)

ڈاکٹر جب مریض کو آپریشن کی میز پر لٹاتا ہے تو پہلے آپریشن والے عضو کو دوا لگا کر سن کردیتا ہے یا مریض کو کلوروفام سنگھا کر بے ہوش۔ مسلمان جب بھی جانور کو ذبح کرنے کے لئے قبلہ رخ لٹا کر گلے پر چھری چلاتا ہے تو روح کو ایک مختصر دو لفظی نغمہ سنا کر مست ومدہوش کردیتا ہے۔ "بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر" اے خاک کی موت، میں تجھے مردہ اپنی طرح سے نہیں کر رہا ہوں، میں تو خود تیری ہی طرح مخلوق، تیری ہی طرح بے بس، تیری طرح خاکی، تیری ہی طرح فانی ہوں، میں چھری چلا رہا ہوں اپنے اور تیرے پیدا کرنے والے کا نام لے کر، اپنے اور تیرے مالک کے قانون کے ماتحت، زندگی کا عطیہ بخشنے والا بھی وہی، اسے واپس لینے والا بھی وہی، جان ایک روز ڈالی بھی اسی نے اور آج نکالی بھی اسی نے، بڑائی کا حق دار، حکم چلانے والا بھی صرف وہی، سنتے ہیں کہ فوج کے سپاہی جنگ کے میدان میں فوجی بینڈ اور وطنی ترانہ کی آواز سن کر ایسے مست ہوجاتے ہیں کہ جان کی پرواہ نہیں رہ جاتی ہے اور بندوق کی گولیوں، توپ کے گولوں، سنگینوں کے وار کے لئے بے تکلف اپنے سر وسینہ کو پیش کردیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی کشش کیا روح کے لئے اتنی بھی نہیں، جاننے والے تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ روح اس 'اسم پاک' سے ایسی مست وبے خود ہوجاتی ہے کہ حالت طرب میں ہنسی خوشی باہر آجاتی ہے، گو جسم دیکھنے والوں کی نظر میں تڑپتا لوٹتا رہے آخر کلوروفارم کا کام آپریشن میں بھی تو یہی ہوتا ہے کہ رگوں پر رگیں جسم کی کٹتی رہیں، خون بہتا رہے؛ لیکن مریض کا احساس اذیت وکرب مردہ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ٹھنڈی رکھے حضرت اکبرؔ کی تربیت کو، کیا خوب فرما گئے ہیں ـ

احساس ہی ایذا کا نہ ہوا میں فریاد وفغاں کیا کرتا
آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے جس وقت تہِ خنجر تھا گلا

کہتے ہیں کہ ایک بار انہی کعبہ کی تعمیر کرنے والے ابراہیمؑ نے بھی قربانی پیش کی تھی، یہ قربانی بکرے کی نہ تھی، مینڈھے کی نہ تھی، اونٹ کی بھی نہ تھی، چہیتے اور لاڈلے نور نظر اسماعیلؑ کی تھی، خواب میں حکم محبوب ترین ہستی کی قربانی کا ملا، پیغمبر کے خواب بھی الہامی ہوتے ہیں، صبح اٹھ مشورہ اسماعیلؑ سے کیا، اس سے کیا جو آنکھوں کا تارا، بڑھاپے کا سہارا تھا، مشورہ خود اسی کے ذبح کے باب میں اسی سے کیا، دنیا کی تاریخ میں کب کسی عزیز نے عزیز سے اس کے قتل وذبح کا مشورہ کیا ہے؟ کب کسی شفیق اور عاشق زار باپ نے اپنے لخت جگر کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے؟ ہر صاحب اولاد ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے، بیٹا بھی کس باپ کا تھا، فوراً آمادہ ہوگیا اور عرض کیا: ابا جان! آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا، ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر میرا چہرہ دیکھ کر آپ کی ہمت جواب دے جائے۔" باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر خدا معلوم دل پر کون سے پتھر کی سل رکھ کر چھری چلائی معاً قدرت حق سے نور نظر کی جگہ ایک مینڈھے نے لے لی اور چھری کو پھیرنے والے نے پھیری اسماعیلؑ کے گلے پر، لیکن چلی وہ اس غیبی مینڈھے کے حلق پر اور اسماعیلؑ ﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾ کا پروانہ بشارت پا کر زندہ جاوید ہوگئے۔

آج کی قربانیاں یادگار ہیں، اسی "ذبح عظیم" کی قبل اسلام کو چھوڑیئے خود ادھر ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر جتنی قربانیاں ہندوستان اور افغانستان ترکی وایران، مصر وعرب اور ساری دنیائے اسلام کے اندر ہوچکی ہیں، ان کا حساب وشمار کرنے والے کے بس کی بات؟ اللہ تعالیٰ خود جسے بڑی قربانی کہہ کر پکارے، کون اس کی بڑائی کی اتھاہ پاسکے؟ کون اس کی وسعت وعظمت کی پیائش کرپائے؟

آج کہنے کو عید نہیں بقرعید ہے: لیکن سماں بڑی حد تک اسی عید کا قائم ہے، وہی گھروں میں دھوم دھام، وہی عیدگاہ میں اژدھام، عید سے بڑھ کر دعوتوں کے چرچے، عید سے کہیں بڑھ کر چٹ پٹے گرما گرم، کبابوں کے مزے، ادھر ران بھن رہی ہے، ادھر کلیجی تلی جارہی ہے، کہیں کہیں سرخ پھندے سیخ پر لگ رہے ہیں، کہیں قورمہ اور قلیہ کے دیگچے اتر رہے ہیں، کھانوں کی خوشبو کہ بے بھوک کے بھوک لگ آئے، کھانے والوں کی یہ آرزو کہ کوئی مفلس سا مفلس بھی دروازہ پر آکر محروم واپس نہ جائے، گانا بجانا شریعت کے قانون میں ماورا؛ لیکن بقرعید کے موقع پر مناسب حدود کے اندر اس کلیہ میں استثناء، گھر گھر آج پیش ہورہی ہیں عیدیاں اور مبارک بادیں اور فضا میں گونج رہی ہے "اللہ اکبر" کی صدائیں۔

☆☆☆☆☆

حقیقت قربانی

قربانی اور اخلاص نیت

مولانا سید محمد الحسنیؒ

دین دراصل قربانی کا نام ہے، اس کی ابتدا بھی قربانی ہے اور انتہا بھی، یہی چیز ہے جس کو "حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات" [مسلم] (جنت دشوار اور نفس پر شاق چیزوں سے گھیر دی گئی ہے اور دوزخ شہوات سے) تعبیر کیا گیا ہے اسی بات کو ایک جگہ "الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر" [مسلم] (دنیا مومن کے حق میں قید خانہ اور کافر کے حق میں جنت ہے) اسی مضمون کو اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے "لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به" [مشکوۃ] (تم میں سے کوئی اس وقت تک سچا مومن نہ ہوگا، جب تک اس کی خواہشات نفس میری لائی ہوئی تعلیمات کے ماتحت نہ ہو جائیں) غرض حدیث وقرآن دونوں اس قسم کے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں اور بطور تاکید بار باراس کو دہرایا بھی گیا ہے تا کہ یہ حقیقت اچھی طرح دلوں اور ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔

لیکن قربانی کی بھی دو قسمیں ہیں: جلی قربانی اور خفی قربانی، جلی قربانی تو یہ ہے کہ جس کو ہر شخص قربانی سمجھے اور جہاں دین اور دنیا کا کھلا ہوا تصادم ہو وہ دین کو ترجیح دے، البتہ خفی قربانی کو بعض وقت سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور آدمی یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کہ اس سے اس وقت کس قسم کی قربانی کا مطالبہ ہے۔

بعض وقت آدمی سمجھتا ہے کہ دین اور دنیا کے معاملہ میں اس نے دنیا کو قربان کر کے دین کو قبول کر لیا ہے اور دینداروں کی صف میں شامل ہو گیا ہے، اب اس کو بار بار قربانی دینے کی ضرورت نہیں، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جلی قربانی یا کھلی ہوئی قربانی کے بعد خفی قربانیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو اس دنیا سے رخصت ہونے تک جاری رہتا ہے یہ قربانیاں خفی اس لئے نہیں کہ وہ معمولی یا کم درجہ کی ہیں، بلکہ ان کو خفی اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آسانی سے گرفت میں نہیں آتیں اور بعض اوقات ان کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔

یہ اپنے عادات، مرغوبات، مالوفات اور اپنی پسند، اپنی طبیعت، اپنے ذوق، بلکہ بعض اوقات اپنے طرز ادا کی قربانی ہے قرآن مجید نے مسلمانوں سے صرف اس کا مطالبہ نہیں کیا ہے کہ وہ احکام اسلامی بجا لائیں، بلکہ اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ ان احکام کی ادائیگی میں ان کو کسی قسم کی گرانی اور تنگی محسوس نہ ہو، بلکہ وہ طمانیت، خوشدلی، اعتماد اور تسلیم وشکر کی کیفیت کے ساتھ تعلیمات نبوی کے سامنے سر جھکائیں، قرآن مجید میں صاف طور پر آتا ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [سورہ نساء]۔ (پس قسم ہے تمہارے رب کی، یہ اس وقت تک سچے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ تم کو حکم نہ بنائیں اپنے نزاعی امور میں، پھر نہ محسوس کریں اپنے دلوں میں کسی قسم کی کوئی تنگی اور کھٹک تمہارے فیصلہ پر اور پوری طرح اپنا سر اس کے سامنے جھکا دیں)۔

ہمارے اذواق وکیفیات، ہماری نظر اور رائے اور ہمارا پسندیدہ طرز عمل خواہ ہمیں کتنا معصوم و بے ضرر اور مفید ونافع نظر آئے، اس وقت تک ہرگز معتبر اور قابل اعتماد نہیں جب تک اس کو دین کی سند نہ مل جائے اور اس کے ساتھ قربانی کا پیوند نہ لگ جائے، دنیا کی دلچسپیوں اور رنگینیوں سے پرہیز ہی قربانی نہیں ہے، بلکہ نفس کی ہر خلاف ورزی قربانی ہے، خواہ وہ دین کے دائرہ کے اندر نظر آئے مثلاً نماز کی تبلیغ کرنے والا اگر کسی کو جھڑک دے یا غصہ میں آکر سب کے سامنے برا بھلا کہنے لگے اور یہ سمجھے کہ وہ دین کی خاطر ایسا کر رہا ہے، تو اس کو دیکھنا چاہئے کہ اس میں اس کے نفس کا حصہ کتنا ہے اور اظہار حق کا کتنا؟ اس موقع پر اپنے غصہ کو ضبط کرنا اور اسوۂ نبوی کی اتباع میں صرف عمومی بات کہنا بھی قربانی کی ایک شکل ہے، اسی طرح ان دینی وملی کاموں میں جن کو ایک مسلمان خالص دین سمجھ کر اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے انجام دیتا ہے، اپنے ذوق اور جذبات کے خلاف بات سن لینا

> اخلاص کا ثبوت قربانی سے ملتا ہے اور قربانی کا دارومدار اخلاص پر ہے، دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں، قربانی یہ ہے کہ ہر موقع پر اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے اور اخلاص یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، نہ ہر دلعزیز بننے کے لئے، نہ اپنی خدمت ومستعدی کے ذریعہ دلوں میں گھر کرنے کے لئے، نہ لوگوں پر اپنی قربانیوں یا اپنے علم وفضل اور اپنے ہنر وکمال کا سکہ بٹھانے کے لئے، نہ اپنی ذہانت وطباعی کے اظہار کے لئے، نہ اپنی قوم کو نفع پہونچانے کے لئے۔

اور صرف اپنے پسندیدہ مسلک پر اصرار نہ کرنا بھی ایک بڑی قربانی ہے، اسی طرح کی دشواریاں ایک دینی زندگی گزارنے والے کو قدم قدم پر پیش آتی ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایثار اور صبر وعزیمت کی بہت ضرورت پڑتی ہے، اگر اس مرحلہ پر انسان ثابت قدم رہا ہو اور اس نے ان منزلوں میں اپنی ہمت کا ثبوت دیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس طرح کی قربانیاں اس کے لئے نسبتاً آسان اور خوشگوار ہو جائیں گی اور اس کو ان میں وہ مزہ آنے لگے گا جو سچے محب کو محبوب کی نازبرداری میں آتا ہے۔

لیکن یہ قربانی جس چیز سے قوت اور غذا حاصل کرے گی وہ اخلاص ہے، ہجرت ایک بڑی قربانی ہے؛ لیکن حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ:

"فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه" (جس کی ہجرت دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف وہ ہجرت کر رہا ہے)۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم قربانی بھی کریں اور یہ قربانی ہماری اغراض (مثلاً حب جاہ اور حب مال وغیرہ) سے آلودہ وملوث ہو کر ضائع ہو جائے۔

اخلاص کا ثبوت قربانی سے ملتا ہے اور قربانی کا دارومدار اخلاص پر ہے، دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں، قربانی یہ ہے کہ ہر موقع پر اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے اور اخلاص یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، نہ ہر دلعزیز بننے کے لئے، نہ اپنی خدمت ومستعدی کے ذریعہ دلوں میں گھر کرنے کے لئے، نہ لوگوں پر اپنی قربانیوں یا اپنے علم وفضل اور اپنے ہنر وکمال کا سکہ بٹھانے کے لئے، نہ اپنی ذہانت وطباعی کے اظہار کے لئے، نہ اپنی قوم کو نفع پہونچانے کے لئے، اگر ہمارے پیش نظر مجرد قومی خدمت ہے اور اس میں رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ یا دوسرے الفاظ میں اخلاص شامل نہیں ہے، اگر ہم صرف قوم وملت کے وفادار ہیں خدا کے وفادار نہیں، اگر ہم یہ خدمات محض اس لیے انجام دیتے ہیں کہ ہمارا ضمیر مطمئن ہو، ہماری قومی خودداری کی تسکین ہو، ہماری فوقیت وبرتری ثابت ہو، ہمارے ہم مذہب اور ہمارا مذہب اور ہم وطن ترقی کے راستہ پر تیزی کے ساتھ گامزن ہو سکیں، اس میں خدا کے وعدوں پر یقین، اجر وثواب اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ نہیں ہے (اور یہ بہت ممکن ہے) تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری ساری کوششیں رائیگاں ہیں اور ان کی شریعت کی نظر میں کوئی قیمت نہیں اور خطرہ ہے کہ خدانخواستہ ہمارا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں بے راہ ہو گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بہترین کام انجام دے رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا تو ان کی ساری کوششیں بیکار اور تلف ہو جائیں گی اور ہم قیامت کے روز ان کو ذرہ برابر بھی وزن نہ دیں گے)۔

ہمیں ہمیشہ یہ دیکھنا چاہئے کہ خدا ہم سے اس موقع پر کیا چاہتا ہے؟ ہمارا اندازہ، ہمارا ضمیر، ہمارا نقطۂ نظر، ہماری پالیسی اور ہماری ذہانت وبصیرت یا ہماری خدمت ومحنت جو کچھ بھی ہے اضافی ہے، حقیقی نہیں، ہم قناعت کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ قناعت انسان کے لئے بہتر چیز ہے اور اس سے اس کو قلبی سکون اور ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہے، بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہے ؎

گر طمع خواہد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(اگر سلطان دیں مجھ سے طمع کا خواہشمند ہے تو پھر قناعت کے سر پر خاک)۔

اسلام نے تواضع کی تعلیم دی ہے؛ لیکن ایام حج میں طواف قدوم کے دوران رمل (اکڑ کر چلنے) کا حکم ہے، فخر وغرور کی ممانعت ہے؛ لیکن جنگ کے موقع پر فخر ورجز جائز ومستحسن ہے، بال ترشوانے، ناخن کٹوانے کی تعلیم اسلام میں باقاعدہ دی گئی ہے؛ لیکن حج میں دیوانوں کی طرح بے سلی چادروں میں گھومنا اور قربانی سے قبل بال ترشوانا اور ناخن کٹوانا سب منع ہے، غرض اس طرح کی بہت سی چیزیں شریعت میں ملتی ہیں اور یہ اسی لئے ہیں کہ یہ بات ہمارے پیش نظر ہمیشہ رہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں کسی چیز میں سراسر نقصان نظر آ رہا ہے؛ لیکن ہم خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے محض اس کے بھروسے پر یہ نقصان جیسے بھی ہو گوارہ کرلیں، اگر کسی وقت ہمارے اوپر زہد واتقاء کا کوئی حال طاری ہو تو اس وقت بھی ہم اپنے سامنے اپنے دل کی کیفیت وجذبات کو نہ رکھیں (خواہ وہ جذبات کتنے ہی رفیع وپاکیزہ ہوں) بلکہ حکم خداوندی اور سنت نبوی کو رکھیں خواہ وہ بظاہر اس زہد واتقاء کے خلاف نظر آئے۔

ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سب سے زیادہ کمی ان ہی دو چیزوں (یعنی اخلاص اور قربانی) کی ہے، اس لئے اسی طرف سب سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

راز زندگی

علم دین پر شکر - شرح صدر کا ضامن

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأولین والآخرین، امام الأنبیاء والمرسلین محمد بن عبداللہ الأمین وعلیٰ آلہ الطاھرین وصحبہ الغر المیامین وعلی من تبعھم ودعا بدعوتھم الی یوم الدین، أما بعد!

میرے عزیزو اور دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی علم سے جوڑ دیا ہے، سبب اس کا جو بھی رہا ہو آپ کی خواہش رہی ہو یا نہ رہی ہو، سوچا ہو یا نہ سوچا ہو، بہر حال آپ اس دینی تعلیم سے وابستہ ہو گئے، جب آپ وابستہ ہو ہی گئے ہیں تو یہ بات ذہن میں تازہ کر لیں جیسا کہ بعض اکابر سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ہم اس کام میں دنیا کے لئے داخل ہوئے تھے، لیکن دین نے علم نے اور اس سے وابستگی نے ہم کو دین والا بنا دیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ پہلے نیت نہ ہو، لیکن نیت بعد میں ہو جائے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

شکر کی ظاہر ہے کہ قسمیں بہت سی ہیں، ایک تو زبانی شکر ہے جس کو سب جانتے ہیں، دوسرا عملی شکر ہے اس کی بھی بہت سی شکلیں ہیں، ان میں ایک اہم ترین یہ ہے کہ جو پایا ہے اس کو تقسیم کریں، جو علم دین حاصل ہوا ہے اس کی نشر و اشاعت کریں، یہ شکر ہے اور شکر کے بعد مزید انعامات ہوا کرتے ہیں اور ان انعامات کی شکلیں بقدر شکر ہوا کرتی ہیں، جیسا آپ کا شکر ہوگا، ویسے ہی خداوند قدوس کی طرف سے انعام ہوگا، شکر اگر ہمارا صحیح ہے تو انعام بھی بہت ہی عظیم الشان اور غیر معمولی ہوگا، اس لیے کہ ایک تو انعام خدا کا یہ ہے کہ ہم چل پھر رہے ہیں، کھا پی رہے ہیں، صحت مند ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ حج اور زکوۃ کی نعمت اور عبادت سے سرفراز ہو رہے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ اس سے بڑی نعمتیں عطا فرماتا ہے جو گویا کہ اصل ہیں جس کو کہیں پر شرح صدر سے یاد کیا گیا ہے: ﴿أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ﴾۔

شرح صدر نور ربانی ہے

یہ وہ نعمت ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں، اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے سینہ کھول دے اور روشنی ہمہ وقت اس کے ساتھ رہنے لگے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ٹارچ دے دے، اندھیرے میں راستہ طے کرنے کے لئے جہاں پر موڑ آجائے اس کو سمجھنے کے لئے، ایسے میں کوئی مسئلہ مسئلہ نہیں رہ جاتا، کوئی قضیہ قضیہ نہیں رہ جاتا، کوئی پیچیدگی پیچیدگی نہیں رہ جاتی، کوئی پہیلی پہیلی نہیں رہ جاتی، ہر چیز بآسانی حل ہوتی چلی جاتی ہے، کیونکہ "فھو علی نور من ربہ" ہوتا ہے اور یہ جو پریشانیاں، پیچیدگیاں اور پہیلیاں نظر آتی ہیں، یہ سب اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے ہیں اور جب اندھیرا دور ہو جاتا ہے تو ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی، حضرت علیؓ کو جو "اقضی" کہا گیا ہے وہ اسی وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فہم و عقل کا خاص حصہ ملا تھا، جس کے ذریعہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل فرما دیتے تھے، اسی بنیاد پر حضرت علیؓ کو 'مشکل کشا' کہنے لگ گئے، پھر اس کے معنی اہل بدعت نے شرک سے ملا دیئے، لوگوں نے اس کا مطلب دوسرا لے لیا، مولیٰ علی مشکل کشا یعنی مشکل اور پریشانی میں وہ خدائی رول ادا کرنے والے ہیں، یہ کون سی بات ہوئی غلط معنی پہنا دیئے، یہ کھلا ہوا شرک ہے۔

یہی وہ نعمت ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کو اپنے مقام کے اعتبار سے اور حضرت عمرؓ کو اپنے مقام پر فائز ہونے کے اعتبار سے اور دوسرے صحابۂ کرام کو بھی اپنے اپنے مقام و فہم کے اعتبار سے حاصل تھی، حضرت علیؓ کو اس میں سے خاص حصہ ملا ہوا تھا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی نعمت جو ملتی ہے وہ اس پر ملتی ہے کہ ہم شکر کیسے ادا کر رہے ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے شکر بہت ادا کیا ہے، نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت بابرکت کا حصہ بہت بڑا ملا ہے ان کو، حضرت علیؓ تو بچپن ہی سے آگئے اور اسی بچپنے میں انہوں نے رسول پاک ﷺ کی حمایت کی ٹھان لی اور کم عمری میں بھی آپ ﷺ کی حمایت میں کھڑے نظر آتے تھے، کبھی کبھی تو یہ کہتے بھی نظر آتے تھے کہ میں ہوں تو کمزور؛ لیکن حمایت تو قوت کے ساتھ کروں گا اور اس کے نتیجہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خوشی و مسرت ان کو ملا کرتی تھی۔

اور حضرت ابوبکرؓ تو بہر حال حضرت ابوبکرؓ ہیں، ان کا ثانی تو کوئی نہیں ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ثانی بنا دیا ہے، ثالث ورابع ہو ہی نہیں سکتے، اسی وجہ سے وہ

لاثانی ہیں، ان کا ذکر تو بہت بڑی بات ہے، وجہ یہی ہے کہ انہوں نے جو کچھ ملا تھا اس کا شکر ادا کیا، جو پایا وہ بانٹ رہے تھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا وہ بے کم و کاست لٹا رہے تھے اور لوگ ان سے استفادہ کر رہے تھے، تو یہ وہ نعمت ہے جس کو مل جائے اس سے بڑا کوئی انسان نہیں ہوگا۔

علمائے ربانی بنئے

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جو ہوتے ہیں، جن کو علمائے ربانی کہا جاتا ہے، جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے: ﴿كُونُوا رَبَّانِيِّينَ﴾ کہ "ربانی بن جاؤ" ان میں یہی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر ان کے اندر اس کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں، جن میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، انہیں میں سے ایک فراست ہے جو ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے یعنی پہچاننے کی صلاحیت "اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ" (ایمان والے کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) دیکھئے یہاں بھی: "فانہ ینظر بنور اللّٰہ، فھو علی نور من ربہ" فوراً ایکسرے ہو جاتا ہے کہ کون کیا ہے وہ فوراً بتا دیتے ہیں، کہاں جا رہا ہے کدھر جا رہا ہے۔

بڑا عالم چھوٹی چھوٹی سنتوں پر بھی عمل کرتا ہے

نور جتنا پھیلتا جائے گا اور زیادہ ہوتا جائے گا، اتنا ہی چھوٹی چھوٹی چیزیں سامنے آتی چلی جائیں گی، معمولی معمولی حکموں اور کاموں میں بھی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع کرنے لگے گا، کیونکہ روشنی زیادہ ہوتی ہے تو چھوٹی چیزیں بھی نظر آتی ہیں، روشنی کم ہوگی تو بڑی چیزیں بھی نظر نہیں آئیں گی، اس لئے بڑے نور والے چھوٹی چیزیں زیادہ دیکھتے ہیں اور جو کم نور والے ہیں ان کو بڑی چیزیں بھی نظر نہیں آتیں، وہ کہنے لگتے ہیں کہ اس کی کیا ضرورت، ان کے کہنے کا انداز بھی یہ ہو جاتا ہے کیا یہ فرض ہے؟ کیا یہ واجب ہے؟ جو آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں؟ یہ تو سنت ہے، یہ تو مستحب ہے، یہ وہی کہتے ہیں جن کا نور کم اور کمزور ہوتا ہے، نور ہوتا تو یہ کلام زبان پر نہیں آتا، کیوں کہ جو مشین ہوتی ہے اس کا چھوٹا سا پرزا بھی اپنی جگہ بہت اہم ہوتا ہے اور فرض، واجب، سنت یہ ہماری اپنی نسبت سے ہے، خدا کی نسبت میں سب برابر ہیں یعنی خدا نے ایک مشین بنائی، بڑا پرزا بھی ہے چھوٹا پرزا بھی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا پرزا بھی بڑا قیمتی ہے اور بڑا جو ہے وہ تو قیمتی ہے ہی، اس کے نزدیک سب برابر ہیں، بس آپ کو سمجھانے کے لئے اور آپ کی سہولت کے لئے کیا ہے کہ یہ فرض ہے، یہ واجب ہے، یہ سنت ہے، یہ فلاں ہے، یہ آپ کی نسبت سے ہے، اس لئے خوب سمجھ لیں کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اپنی جگہ اہمیت اور اپنی منفعت رکھتی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ بھئی یہ کوئی اہم نہیں، ارے اس میں اہم سب کچھ ہے ایک کیل نکل جائے تو مشین ڈھیلی ہو جاتی ہے، اس لئے چھوڑنا کچھ نہیں ہے، تو یہ نور سب سے اہم نعمت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور دل روشن ہو جاتا ہے، پھر اس کو ہر چیز نظر آتی ہے کہ اشخاص کی پہچان ہو جاتی ہے اور اس کے بعد یہ کہ معمولی چیز بھی اس کے پاس غیر معمولی ہو جاتی ہے یعنی یہ نہیں کرتا کہ وہ مستحب کو فرض کرے؛ لیکن مستحب کو مستحب سمجھ کر اس کی پابندی کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نوافل کی پابندی کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نوافل کی پابندی کرتے تھے اور سارے اولیاء کرام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی پابندی کرتے تھے کیونکہ جب یہ چھوٹی چیزیں عمل میں آتی ہیں تو اس سے پرواز ہوتی ہے یعنی مشین پوری طرح چلنے لگتی ہے، اگر یہ چھوٹی چیزیں نکال دی جائیں تو بڑے بڑے آپ کی دیوار جیسے مشین کے پرزے رک جائیں گے اور مشین چلے گی نہیں، اسی کو فرمایا گیا ہے کہ جو ہم نے فرض کیا ہے وہ پہلے کرو، اس لئے کہ اس کے بغیر تو مشین ہی تیار نہیں ہوگی وہ کرو جب وہ جائے تو پھر نوافل میں آؤ، جب آجاؤ گے تو محبوب بن جاؤ گے، حدیث قدسی میں آتا ہے میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے، پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب مانگتا ہے تو دیتا ہوں اور جب پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں، تو یہ اسکے اندر کیفیت پیدا ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اڑنے لگتا ہے اور اس کی گاڑی بہت تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے لگتی ہے اور وہ آگے جانے لگتا ہے تو یہ سب ہے اسی کا نتیجہ کہ آدمی جب اس نور سے ہمکنار ہوتا ہے، تو ہر چیز روشن ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر چیز اس کے سامنے آتی چلی جاتی ہے اور فتنوں میں پڑنے سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ وہ فتنوں کو اور فتنہ پھیلانے والوں کو پہچان لیتا ہے بعض لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ: ﴿يَشْهَدُ

اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [بقرہ/۲۰۵] (اور اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب تیرے پاس سے پھرتا ہے تو ملک میں فساد پھیلانے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کرنے کے لئے دوڑتا پھرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے)۔ تو بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بڑی بڑی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنے دل کو بہت اونچا ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں؛ لیکن اندر سے بڑے جھگڑالو ہوتے ہیں، بہت زیادہ کٹ حجت، بہت زیادہ بال کی کھال نکالنے والے ہوتے ہیں اور بہت زیادہ ادھر ادھر کرنے والے، لکھنا شروع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ادھر کا اُدھر کردیا، اُدھر کا ادھر کردیا اور بڑے بڑے دعوے اس میں کرتے ہیں کہ میں نے ایسا کیا ویسا کیا اور اپنے قلم کے ذریعہ بہکانا شروع کرتے ہیں تو جس کو اللہ تعالیٰ نور دیتا ہے بس پڑھتے ہی کہہ دیتا ہے یہ کھسکا ہوا ہے اس کی مشین کے پرزے اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں، یہ غلط راستہ پر لے جارہا ہے عبارت پڑھتے ہی سے، تقریر سنتے ہی سے اس کی تحقیق کے سامنے آتے ہی وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ غلط راستہ پر ہے، تو وہ خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے اور اس کے پھندے میں بھی نہیں آتا، اس کے جال میں نہیں پھنستا۔

(جاری)

سعودی عرب کے ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کا انتقال

سعودی عرب کے ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز السعود کا ۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۳؍ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ بروز ہفتہ علی الصباح نیویارک (امریکہ) میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جسد خاکی وہاں سے پیر کی رات سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض لایا گیا، جہاں منگل کے روز ریاض کی ہی جامع مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ریاض کے ہی السعود قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

سلطان بن عبدالعزیز کو آنت میں کینسر کی شکایت تھی، جس کا کافی عرصہ سے علاج چل رہا تھا، وہ نیویارک میں رواں سال کے ماہ جون سے ہی علاج کی غرض سے مقیم تھے، جہاں ان کے متعدد آپریشنز ہوئے اور بالآخر میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مرحوم سعودی عرب کے پانچ دہائیوں سے وزیر دفاع، وزیر ہوابازی اور نائب وزیر اعظم تھے اور مختلف اوقات میں ریاض کے گورنر، وزیر زراعت اور وزیر اطلاعات بھی رہے۔ خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے اپنے بھائی اور ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کی موت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔

مرحوم ۵؍جنوری ۱۹۲۸ء کو ریاض میں پیدا ہوئے، قرآن وعربی زبان کی تعلیم ریاض میں ہی حاصل کی، دینی واخلاقی تربیت اپنے والد بانی سعودی عرب شاہ عبدالعزیز سے پائی، قرآن کریم اور عربی علوم کی تعلیم جید علماء سے حاصل کی، اندرون وبیرون ملک ان کی خدمات کا طویل سلسلہ ہے، انھوں نے سلطان بن عبدالعزیز السعود خیراتی فاؤنڈیشن بھی قائم کیا، والد گرامی کی وفات کے بعد مملکت کے متعدد اہم مناصب پر فائز رہے، ۲۲؍فروری ۱۹۴۷ء کو ریاض کے گورنر مقرر ہوئے، ۲۴؍دسمبر ۱۹۵۳ء کو وزیر زراعت اور ۵؍نومبر ۱۹۵۵ء کو وزیر اطلاعات ونشریات اور ۲۱؍اکتوبر ۱۹۶۲ء سے وزیر دفاع اور ہوابازی کے منصب پر فائز تھے، وزراتی ذمہ داریوں کے علاوہ ۱۳؍جون ۱۹۸۲ء سے نائب وزیر اعظم کی ذمہ داریاں بھی ادا کر رہے تھے، اور شاہ عبداللہ نے ان کو یکم اگست ۲۰۰۵ء کو ولی عہد مقرر کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے درگذر کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خسر محترم اسماعیل قاضیا صاحب کا ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۴؍ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ کو اتوار کی شام تقریباً ساڑھے پانچ بجے اپنے آبائی وطن دارالعافیہ نوائط کالونی، بھٹکل (کرناٹک) میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر تقریباً ۸۵ برس تھی، ادھر کئی سال سے صاحب فراش تھے، وہ بااخلاق، ملنسار اور بڑے نیک صفات کے حامل تھے، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصے لیتے اور علماء کی بڑی قدر کرتے، بالخصوص دینی مدارس کے سفراء جو مالی تعاون کے لیے بھٹکل آیا کرتے، ان کا خاص خیال رکھتے اور ہر ممکن تعاون کرتے، پسماندگان میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

☆ مولانا شیخ ابرار احمد ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد ماجد حاجی شیخ حفیظ اللہ صاحب کا ۷؍اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ اپنے وطن میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی پیدائش ۱۹۳۲ء میں ہوئی، وہ سرکاری اسکول میں ٹیچر تھے، تبلیغی جماعت سے گہرا ربط تھا اور ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے اصلاحی تعلق تھا، تقریباً دو سال سے صاحب فراش تھے، پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ۶ لڑکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حق وباطل

عیدالاضحیٰ اور اس کا پیغام

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

عیدالاضحیٰ کا مبارک دن ان مقدس ہستیوں کی یاددلاتا ہے جن کی پوری زندگی خیر خواہی، بہی خواہی، امن وسلامتی اور ظلم وزیادتی کے وقت صبر وتحمل سے عبارت ہے، جنھوں نے حالات وزمانہ کے آہنی پنجوں سے نبرد آزمائی کی اور زمانہ کے رخ کو موڑ دیا اور بلکتی ہوئی انسانیت کے سہارا بنے، دیکھنے میں وہ کمزور وناتواں تھے؛ لیکن عزم وارادہ کے دھنی اور فکر وعقیدہ میں ایسے پختہ کہ اٹھتے ہوئے شعلوں کے طوفان سے بھی وہ نہ گھبرائے بلکہ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہ دن اپنے ساتھ سچائی اور سلامتی کے راستے کو اپنانے کا پیغام لے کر آتا ہے، ظلم وزیادتی کرنے والوں کے برے انجام کی یاددلاتا ہے، اپنے فائدے کے لئے دوسروں کا حق مارنے والے کو عبرت ناک انجام سے خبردار کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ایثار وقربانی کی راہ خواہ کتنی ہی پرخطر اور کٹھن کیوں نہ ہو اس پر چلنے والے ہمیشہ کامیاب وکامران ہوتے ہیں، قدرت انھیں ایسی زندگی عطا کرتی ہے جس کے آگے موت کی ساری چالیں بیکار ہوجاتی ہیں، ان کے اصول، ان کے نقش قدم اور ان کی تعلیم آنے والی نسلوں میں اخلاقی گراوٹ سے بچنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔

انسان سے محبت کرنے والے، دوسروں کے لئے تکلیف اٹھانے والے، سچ بولنے اور حق کا ساتھ دینے والے اور مظلوموں کی مدد کرنے کے لئے سینہ سپر ہونے والے ایسے چراغ روشن کر جاتے ہیں جن کی روشنی سے ہر اس برائی کے اندھیرے دور ہوتے رہتے ہیں، جو انسانیت کو تاریکی اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں۔

آج کا دن اس معمار حرم کی یاددلاتا ہے جس نے صبر وشکر کے ساتھ زمانے کے رطب ویابس کو برداشت کیا؛ لیکن فکر وعقیدہ کا سودا نہیں کیا، مصائب کی بڑی بڑی گھاٹیوں کو طے کیا؛ لیکن راہ کی آبلہ پائی کی شکایت نہیں کی، خارداروادیوں سے گذرا؛ لیکن تھک کر کبھی ہمت نہیں ہارا، وطن سے بے وطن ہوا؛ لیکن حقیقی زندگی کی کیف ومستی کی جلوہ طرازیاں اس کے ہمرکاب رہیں، وہی وہ ذات ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ﴾ (بے شک ابراہیمؑ بڑے بردبار اور نرم دل تھے)

تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پہلے عراق کی سرزمین پر ایک ایسی شخصیت پیدا ہوئی، جو ذکاوت وذہانت میں نادرۂ روزگار تھی، جس کے علم وفن کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اسے بت گری اور مجسمہ سازی میں ید طولیٰ حاصل تھا، وہ بادشاہ کا مصاحب بھی تھا اور وزارتی کونسل کا ایک اہم فرد بھی تھا، اس نے اپنے رسوخ اور فن کی بدولت بت گری کو ملک کی ثقافت کا امتیازی وصف بنادیا تھا، وہ شاہی دربار میں ذی مرتبہ اور دیوتاؤں کی مجلس کا امام سمجھا جاتا تھا، اس کا نام آذر تھا، آذر کے گھر میں حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہوتی ہے، آنکھیں کھولتے ہیں تو بتوں کا ہجوم ہے، دیوتاؤں کی فہرست میں مہر وماہ واختر اور نجوم بھی ہیں، میلوں اور ٹھیلوں کا زور ہے، بھجنوں اور طربیہ نظموں کے الاپ سے پوری فضا پرشور ہے، ماحول ایسا ہے جو پتھر کو بھی موم کرکے اپنے سانچے میں ڈھال دے؛ لیکن سلامتی ہو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر، ان کی جرأت وجسارت پر، ان کے عقیدہ وعمل پر، ان کی ذکاوت حسی اور ذہانت فطری پر کہ انھوں نے اپنے والد آذر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

﴿یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا، یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا﴾ [سورہ مریم] (اباجان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے، بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے، اباجان! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ شیطان کے دوست بن کر عذاب خداوندی میں گرفتار ہوجائیں)۔

باپ نے معصوم بیٹے کی فریاد کی قدر نہ کی، اس کا فن اور منصب اور جاہ ومنزلت نے ان خیر آگیں کلمات کو قبول کرنے سے گریز کیا، اس نے اپنے لخت جگر کو درشت لہجہ اور کرخت آواز اور دھمکی آمیز انداز میں یوں مخاطب کیا:

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ، لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا﴾ (آذر نے کہا: ابراہیم! میرے معبودوں سے انحراف کرنے سے اگر باز نہ آؤ گے تو سنگسار کردوں گا اور مجھے تم ایک مدت کے لئے چھوڑ ہی دو)۔

حضرت ابراہیمؑ اگر دنیادار ہوتے، جاہ ومنصب کے طالب ہوتے، تو ڈر جاتے، خاموشی اختیار کرلیتے، دبے پاؤں واپس ہولیتے؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے

بندے اور اس کے رسول تھے، وہ سلامتی کے طالب تھے اور دوسروں کو سلامتی کی فصیلوں تک پہنچانا چاہتے تھے، اگر وہ حلیم نہ ہوتے تو باپ کی غضبناکی انھیں پگھلا دیتی؛ لیکن وہ استقامت کے پہاڑ تھے، عقل کے دھنی اور علم کے پیکر تھے، اپنے والد کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے اس موقع پر جو کچھ کہا قرآن کریم نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا، وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰى اَلَّا اَكُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ (ابراہیم نے کہا: اباجان! سلام ہو آپ پر میں آپ کے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا کروں گا، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے کنارہ کش ہوتا ہوں اور امید ہے کہ اپنے پروردگار کی پکار سے محروم نہ ہوں گا)۔

آذر کے قصر نخوت وپندار میں ایک بھونچال آجاتا ہے، بات آگے بڑھتی ہے، شاہ وقت تک پہنچتی ہے، نمرود جو خدائی کا دعویدار تھا، اس نے قوت وطاقت کے نشہ میں ہر ممکن اس آواز کو دبانے کی کھلی چھوٹ دیدی ہے، جو حق وباطل میں تفریق پیدا کرے، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کے درمیان خط فاصل کھینچے اور خدائے واحد، برتر و بزرگ کی کبریائی کو بیان کرے، اس کے لئے اس معاشرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس کو فنا کردینا چاہئے، حضرت ابراہیمؑ کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے خدائے واحد کے پیغام کو پہونچایا تھا، بتوں کی نفی کی تھی، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے جوڑنے کی کوشش کی تھی، ظلم وبربریت کے خلاف آواز اٹھائی تھی، رسم ورواج اور خودساختہ نظریات وموہومات پر کھل کر تنقید کی تھی، حالانکہ وہ انھیں میں سے تھے؛

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کی یاوری نے ان کو اس مقام بلند پر فائز کردیا تھا، اس کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں آیا ہے:

"اور بالیقین ہم ابراہیم کو اچھا فہم عطا کرچکے تھے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے، وہ وقت یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم والوں سے کہا: یہ کیا (واہیات وخرافات) مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو، وہ بولے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے، (ابراہیم نے) کہا یقیناً تم بھی صریح گمراہی میں مبتلا رہے اور تمہارے باپ دادا بھی، وہ بولے کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے پیش کررہے ہو یا دل لگی ہی کررہے ہو، ابراہیمؑ نے کہا ارے دل لگی کیسی؟ تمہارا پروردگار تو آسمان اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس پر گواہ ہوں"۔ (سورہ انبیاء)

حضرت ابراہیمؑ کی اس ربانی دعوت نے نمرود کے اقتدار کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اس آواز کو دبانے کے لئے ساری ترکیبیں کرڈالیں؛ لیکن حضرت ابراہیم کا یہ پیغام جیسے فضا میں گونجتا رہتا تھا۔

"لوگو! خدا ایک ہے، لوگو! خدا ایک ہے"۔

نمرود کبیدہ خاطر ہے، اس کا غصہ حضرت ابراہیمؑ کے خلاف بڑھتا جارہا ہے، کوئی نہیں جو اس کے غصہ کو فرو کرنے کی کوشش کرے اور احساس وشعور کے ساتھ معاملہ کی نزاکت اور دعوت کی حقیقت کو سمجھنے پر آمادہ کرے، بالآخر وہ ایک فیصلہ کرتا ہے، ایک بڑے میدان میں آگ کا الاؤ لگایا جائے اور ابراہیم کو اس جرم کی پاداش میں اس میں جھونک دیا جائے، نمرود کے اس فیصلہ سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، انسانیت لرز اٹھی؛ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ نمرود کے اس فیصلہ کو سنا، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ نمرود کچھ نہیں کرسکتا، اس کے فیصلہ سے کچھ بھی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا جب تک حکم نہ ہو آگ ان کا کچھ نہیں بگاڑسکتی، چنانچہ جب نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو کائنات کے پیدا کرنے والے سچے خدا کا حکم آیا اور چشم فلک نے ایسا منظر دیکھا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں مشکل ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ (ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی اور بے گزند ہوجا ابراہیمؑ کے حق میں اور لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی سو ہم نے ان لوگوں کو ناکام کردیا۔

حضرت ابراہیمؑ اس آزمائش سے سرخرو ہوکر نکلے، نمرود اور تہذیب آذری کے متوالوں کو شکست ہوئی؛ لیکن ابھی یہ پہلی آزمائش تھی، ابھی یہ دکھانا تھا کہ عزیمت کی راہوں کو اختیار کرنے والوں کو قدم قدم پر حق وصداقت کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے، آزمائش کے کرب آگیں لمحات ان کے عزم وارادہ کو تپا کر اور پختہ کردیتے ہیں اور ان کی زبان پر یہ نغمہ جاری ہوتا ہے ؎

رقص کرنا ہے تجھے رقص کئے جا بسمل
رقص کرنا ہے تو پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

وطن عزیز سے ہجرت کرکے شام پہونچے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلاتے رہے، زندگی کچھ پرسکون ہوئی، شام کی سرسبزی وشادابی اور برکات خداوندی سے معمور یہ سرزمین کچھ راس آئی؛ لیکن مشیت الٰہی کچھ اور ہی چاہتی تھی، اشارۂ غیبی پاکر پھر عازم سفر ہوئے اور وادیٔ بطحا کی طرف چل پڑے، آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ اور شیرخوار نومولود حضرت اسمٰعیلؑ تھے، اس بے

آب وگیاہ وادی میں پہونچ کر حضرت ہاجرہؓ کو ایک جگہ بٹھا کر آپ واپس چل پڑے، حضرت ہاجرہؓ کے ساتھ شیرخوار حضرت اسمٰعیلؑ ہیں، ساتھ میں تھوڑی سی کھجور، مشکیزہ میں چند قطرے پانی کے ہیں، جب حضرت ابراہیمؑ کو جاتے ہوئے دیکھا تو حضرت ہاجرہؓ چیخ اٹھیں آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ چلے جارہے تھے، بیوی اور بچے کی محبت سے قدم بوجھل ہورہے ہیں، باربار استفسار پر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ میں تم لوگوں کو یہاں چھوڑ کر جاؤں، حضرت ہاجرہؓ نے جب یہ سنا تو ان کا غم کافور ہوگیا، کرب واندوہ والم کی موجیں ساکن ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ کی اس بندی نے بڑے پراعتماد لہجے میں فرمایا:

"اذن لایضیعنا" (تب تو اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں فرمائے گا)۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی، شیرخوار اسمٰعیلؑ کے لئے زمزم کا چشمہ جاری ہوا اور پھر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور نعمتیں سمٹ سمٹ کر ہر طرف سے وہاں پہنچنے لگیں، آج اسی مقام پر جو کل ہیبت ناک اور تپتا ہوا صحرا تھا، مقدس شہر مکہ واقع ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی جھڑی لگتی ہے۔

ایک عرصہ گذرنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ اشارہ ربانی پاکر پھر وہاں تشریف لائے، اب وہاں کچھ آبادی ہوگئی تھی، ننھے اسمٰعیلؑ سروقد نظر آنے لگے تھے، حضرت ابراہیمؑ بوڑھے ہوچکے تھے، بوڑھاپے میں بچھڑی ہوئی اولاد پاکر محبت کی چنگاری شعلہ بن چکی تھی، اندیشہ تھا کہ محبت خداوندی پر غالب نہ آجائے اور اس کے تانے بانے کو جلاکر خاکستر کردے، اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل ابراہیمؑ کے تعلق سے یہ بات کیوں کر پسند ہوسکتی تھی اس کا اندیشہ کرنا بھی خلیل اللہ کی ذات سے فروتر بات تھی؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موقع پر بھی شدید آزمائش سے گذارا، حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کردینے کا حکم ہوا، حضرت ابراہیمؑ تیار ہوگئے، بیٹے سے تذکرہ کیا، انھوں نے سرتسلیم خم کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [سورة الصافات] (اباجان! آپ کرگذریئے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے)۔

لیکن اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری چلنے سے پہلے خدا کی قدرت درمیان میں حائل ہوگئی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرانا مقصود نہ تھا، بلکہ اس محبت کو ذبح کرانا تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے دل ودماغ پر چھا گئی تھی اور یہ محبت بیٹے کے گلے پر چھری رکھتے ہی ذبح ہوچکی تھی، قرآن پاک اس کی منظرکشی یوں کرتا ہے:

"جب دونوں نے حکم کو تسلیم کرلیا اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو کروٹ کے بل لٹا دیا اور ہم نے انھیں آواز دی کہ ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا، بیشک ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیتے ہیں، بیشک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان اور ہم نے بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رکھ دی کہ ابراہیم پر سلام ہو، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں، وہ ہمارے ایماندار بندوں میں تھے"۔

آج کی قربانی دراصل حضرت اسمٰعیلؑ کی اسی قربانی کا عکس ہے اور اس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے عظیم ایثار وقربانی کی یاد ہر سال تازہ ہوتی رہتی ہے تاکہ نفس انسانی کے اندر عجز کا احساس پیدا کردے اور اسے یہ سوچنے پر مجبور کردے کہ:

☆ ہماری زندگی میں ایمان ویقین اور سپاس وخلوص کا کتنا جذبہ ہے؟

☆ ہم نے کسی صلہ کی پروا کئے بغیر راہ حق میں کون کون سی قربانیاں دی ہیں؟

☆ اللہ تعالیٰ کے غریب بندوں اور بے سہارا انسانوں کے لیے امداد واعانت کی کون سی سبیل پیدا کی ہے؟

☆ دوسروں کے حق اور فرض ہمارے نزدیک کتنے محترم رہے ہیں؟

☆ چوربازاری کرنے والے، کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنے والے، قاتل، ذخیرہ اندوزی کرنے اور عوام کا خون چوسنے والے دشمن اور اسی طرح دوسری برائیاں پھیلا کر معاشرہ کو گندہ کرنے والے دراصل عہد حاضر کے نمرود ہیں، ان کو مٹانے اور ان شیطانی قوتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی تعلیمات کو کہاں تک اپنایا ہے؟

آج کے اس مبارک دن میں ہمیں یہی جائزہ لینا چاہئے، کیونکہ ہمارے اوپر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں، ان کی ادائیگی اسی وقت ہوسکتی ہے جب ہم اس مقدس دن کے پیغام کو سمجھیں اور سچے دل سے اس پر عمل کریں تاکہ یہ دن رسم ورواج کی محض ظاہریت کا شکار نہ ہوجائے، بلکہ سچائی، بلندہمتی، ایمان ویقین، فدائیت وللہیت، ایثار وقربانی، جانکاہی وجاں سپاری کی اس روح کو اجاگر کرے، جس پر آج کے دن کی اس عظیم اور بے مثل قربانی کی بنیاد ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاوی

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: قربانی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: قربانی درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اوران کی پیغمبرانہ اورروحانی زندگی کی اصل خصوصیت اورملت ابراہیمی کی اصل پہچان ہے، یہ محض خون بہانے اورگوشت کھانے کا نام نہیں، بلکہ قربانی نام ہے روح اوردل کوخدا کی راہ میں نچھاور کردینے کا، اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: ﴿لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ (سورہ حج/۵) (خدا کے پاس قربانیوں کا خون اورگوشت نہیں پہونچتا، اس کے پاس صرف تمہاراتقویٰ پہونچتاہے) یہ آیت بتاتی ہے کہ قربانی کاحکم دراصل دل کی قربانی چاہتاہے، سچ ہے کہ تسلیم ورضا اورصبروشکر کے امتحان کے بغیر دنیا کی پیشوائی اورآخرت کی نیکی نہیں ملتی۔

سوال: قربانی کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: قربانی کی بہت سی فضیلتیں احادیث میں آئی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ جوشخص اللہ کی راہ میں قربانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس جانور کے ایک ایک بال کے بدلہ قربانی کرنے والے کے ایک ایک گناہ کومعاف فرمادیتے ہیں، حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی بھی عمل اللہ کومحبوب نہیں، قربانی کا یہ عمل قیامت کے دن سینگوں، بالوں اورکھروں کے ساتھ سامنے آئے گا یعنی اس کے ہر عضو کا بدلہ ملے گا، سینگ، بال اورکھر کا بھی اورجب تم قربانی کرتے ہوتو جانور کا خون ابھی زمین پرنہیں گرتا، اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہونچ جاتا ہے اوراللہ تعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے، ان روایتوں کے علاوہ اوربھی روایتیں، قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں کتب احادیث میں موجود ہیں۔(ترمذی:۱/۲۷۵)

سوال: جس کے پاس وسعت ہواس کے باوجودوہ قربانی نہ کرے توکیا صرف اسے ثواب نہیں ملے گا اورقربانی کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی یا گناہ بھی ہوگا؟

جواب: استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر صرف اس کے ثواب اورفضیلت ہی سے محروم نہیں ہوگا بلکہ گناہ بھی ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وسعت کے باوجود جوقربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، مطلب یہ ہے کہ یہ شخص بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لائق نہیں ہے۔(مشکوٰۃ باب فی الاضحیۃ:۱/۱۲۷)

سوال: تکبیرتشریق کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: تکبیرتشریق کی حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کواللہ کے حکم کے مطابق قربانی کے لیے لٹایا تواللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کوحکم دیا کہ فدیہ لے کرجاؤ، جب یہ فدیہ لے کرآئے تواس ڈرسے کہیں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کوذبح نہ کرڈالیں، "اللہ اکبر" پکارنے لگے، حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ آواز سنی توبشارت سمجھ کر پکاراٹھے "لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر" حضرت اسماعیلؑ نے سمجھا کہ فدیہ آگیا "اللہ اکبرولله الحمد" کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمداوراس کا شکراداکرنے لگے۔(ردالمحتار:۱/۵۸۵)

سوال: اگرکوئی شخص مردوں کی طرف سے قربانی کرے تواس کا گوشت خود کھاسکتا ہے یانہیں؟ یا غرباء ہی میں تقسیم کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگرمردہ وصیت کرکے مراہوکہ میرے مال سے قربانی کرنا توایسے قربانی کے گوشت فقراء ومساکین پرصدقہ کرنالازم ہے، خودنہیں کھاسکتے اورنہ مالداروں کودے سکتے ہیں، ہاں اگرخودمحتاج وفقیرہوں توکھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگرمردہ کے مال سے قربانی نہیں کی بلکہ اپنے مال سے کی ہے خواہ مردے کی وصیت کی بناپرکی ہوتوخودگوشت کھاسکتے ہیں اوراپنی صوابدید سے دوسروں کوبھی دے سکتے ہیں۔(ردالمحتار:۲/۳۲۶، کتاب الأضحیۃ)

سوال: عیدالاضحیٰ سے پہلے کچھ کھانا کیسا ہے؟

جواب: مسنون یہ ہے کہ عیدالفطر کی نماز کے لیے کچھ کھاکرجائے اورعیدالاضحیٰ میں نماز کے بعد ہی کھائے، اوراس میں قربانی کے گوشت سے آغاز ہوتواوربہتر ہے: "عن بريدة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايخرج يوم الفطر حتى يطعم ويوم الأضحى حتى يصلي".

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامعمول یہ تھاکہ آپ عیدالفطر کی نماز کے لیے کچھ کھاکرتشریف لے جاتے تھے اورعیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: بقرعید کے دن نماز سے پہلے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، لیکن نماز سے پہلے نہ کھاناچاہئے، مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے جواللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے۔(فتاویٰ ہندیہ:۱/۷۲)

☆☆☆☆☆

پاسبان دین وملت

طالب علم کے فضائل، حقوق اورآداب

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالی:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾۔ [سورۃ التوبۃ/۱۲۲]

ترجمہ: اورمسلمانوں کوایسانہ کرنا چاہئے کہ سب کے سب نکل کرکھڑے ہوں مگرایسا کیوں نہ ہوکہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکل کر آئے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور(پھر) واپس جاکراپنی قوم کوخبردار کریں شاید(ان کے سمجھانے سے)ان کی قوم(برائیوں سے)بچ جائے۔

اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں کوپیدا فرمایا ہے، سماعت وبصارت کی قوت دی ہے، زبان وبیان کی صلاحیت بخشی ہے، قلب ودماغ کی نعمت عطا کی ہے، فہم وبصیرت کی طاقت دی ہے اورقلم وقرطاس کی دولت بھی دی ہے، الغرض اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو علم ومعرفت کے سارے وسائل وذرائع مہیا فرمائے ہیں اور اسی بناء پر تمام مخلوقات پران کوفضیلت وفوقیت عطا کی ہے اورسب سے زیادہ مکرم وممتاز بنایا ہے اوردنیا کی تمام چیزوں کواس کے تابع وماتحت کردیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد سورتوں [بقرہ/۳۱، اسراء/۷۰، دھر/۲، رحمان/۴، جاثیہ/۱۲، ۱۳ اورعلق/۴، ۵] میں اس حقیقت کوبڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے کہ: "یقیناً ہم نے بنی آدم کوبڑی عزت دی اورانہیں خشکی اورتری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزی دی اوراپنی بہت سی مخلوق پرانہیں فضیلت بخشی۔[سورہ اسراء/۷۰]۔

علم کی حقیقت

دنیااوردنیا کی ساری چیزیں انسانوں کے ماتحت ہیں اور دنیا میں موجود سارے علوم وفنون (فلسفہ ومنطق، سائنس وجغرافیہ، طب وحکمت، معاشیات واقتصادیات وغیرہ) انسانوں کی ضروریات کی تکمیل میں ممدومعاون ہیں؛ لیکن دنیاوآخرت میں انسان کی حقیقی کامیابی وکامرانی کے لئے جوعلم مطلوب اورمحمود ہے، اس کوقرآن کریم میں ایک جگہ "علم من الکتاب" (آسمانی کتاب کے علم) سے متعین کیا گیا ہے اوراس کی وضاحت سورہ توبہ کی آیت/۱۲۲ میں "تفقہ فی الدین" (دین کی سوجھ بوجھ) سے کی گئی ہے اورتفقہ کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معنی ومفہوم کو سمجھاجائے، اس کے اوامرونواہی کوجاناجائے، دین میں فہم وبصیرت حاصل کی جائے، دین کے مزاج اور اسکی روح سے واقفیت حاصل کی جائے اوراس قابل ہوجائے کہ فکروعمل کے ہرگوشے اورزندگی کے ہر شعبے میں انسان یہ جان سکے کہ کون سی فکراورکون ساعمل روح دین کے مطابق ہے اوریہ یقین ہوکہ اس کے ہرقول وفعل اورحرکت وسکون کا آخرت میں اس سے حساب لیاجائے گا، چنانچہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ نے تفقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ: "انسان ان تمام کاموں کوسمجھ لے جن کا کرنااس کے لئے ضروری ہے اوران تمام کاموں کوبھی سمجھ لے جن سے بچنااس کے لئے ضروری ہے"۔

نیز علامہ نورپشتیؒ نے تفقہ کی حقیقت یہ بیان کی ہے کہ: "دین کی صحیح پہچان دل ودماغ میں جگہ پکڑلے پھرزبان وقلم پرجاری ہواوراس کے مطابق عمل ظاہر ہوں اوراس کے ذریعے خوف اورتقویٰ حاصل ہو" بہرکیف قرآن کریم کی روشنی میں علم سے مراداللہ تعالیٰ کی معرفت ہے(نور/۴۰) اللہ کی صفات کا جاننا اوراللہ تعالیٰ سے خوف وخشیت اختیار کرنا ہے(فاطر/۲۸) اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کرنا ہے اوراللہ تعالیٰ کے حکموں کے سامنے سراطاعت خم کرنا ہے اور آخرت بنانے اورسنوارنے کی فکرکرنا ہے(زمر/۹)۔

علم دین حاصل کرنے والوں کا مقام ومرتبہ

علم ومعرفت اللہ تعالیٰ کی بیش بہا دولت ہے، دنیا میں خیرکثیر کاموجب ہے، قدرومنزلت کا باعث ہے اورآخرت میں نجات وسعادت کا سبب ہے؛ لیکن علم ومعرفت کا یہ گنجہائے گراں مایہ ان ہی خوش نصیب انسانوں کوملتا ہے، جن کا دل ایمان کامل سے منور ہو، جن کے قلب ودماغ میں قرآن وحدیث کی بات جاگزیں ہواورقرآن وحدیث جن کے غوروفکر کا محور ہواوران خوش نصیبوں کا مرتبہ ومقام ان کے ایمان وعلم کے بقدرہی بلند وبالا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جوایمان لائے اورجوعلم دئے گئے ہیں، کے درجے بلند کریں گے"۔(مجادلہ/۱۱) یقیناً طالبان علوم نبوت کی عزت وعظمت اورقدرومنزلت قرآن وحدیث میں تسلیم شدہ ہے، علم ومعرفت کے سب سے بڑے علمبردار دین اسلام نے نہایت ہی بلیغ انداز میں اعلان عام کیا ہے کہ: "کیا صاحب علم

اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں"۔(زمر/۹) اور دوسری جگہ صاحب علم کی فضیلت وبرتری یوں ظاہر کی گئی ہے کہ:"جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول پڑا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے (عرش ملکۂ سبا) آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں"۔ (نمل/۴۰) اسی طرح سے علم کی عظمت وافادیت اور صاحب علم کی تعریف وتحسین قرآن کریم کی بہت سی سورتوں (بقرہ/۲۴۷، عمران/۷و۱۸، انعام/۸۰، اعراف/۸۹، توبہ/۱۲۲، طٰہٰ/۲۸/ فاطر/۷، قصص/۸۰، روم/۵۶، سبا/۶، یوسف/۷۶، نحل/۲۷ اور اسراء/۱۰۷) میں مختلف اسلوب وانداز میں بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ موجود ہے، ان آیات میں علم ومعرفت کی اہمیت وافادیت، اس کے حاصل کرنے کی ترغیب وتشویق اور اس کے سیکھنے کے طریقے کی وضاحت وتعیین موجود ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں علم اور صاحب علم کی بڑی عظمت وفضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ: "تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے۔"(ترمذی) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آیت کا سیکھنا سو رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے اور ایک پورے سبق کا علم حاصل کرنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے، حدیث شریف کے مبارک الفاظ یہ ہیں کہ:"اگر تم صبح جاکر قرآن کریم کی ایک آیت سیکھ لو تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر علم کا ایک باب (مثلاً نماز یا روزہ کا سبق) سیکھ لو خواہ اس وقت کا عمل ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔"(ابن ماجہ) ایک حدیث میں ہے کہ کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا بہت ہی فضیلت والا عمل ہے، بلکہ دنیا کے مال ومتاع سے کہیں زیادہ بالا وبرتر ہے، آپ ﷺ نے بہت ہی مؤثر وبلیغ انداز میں ارشاد فرمایا کہ: "تمہارا صبح کے وقت مسجد جاکر قرآن کی دو آیتوں کو سیکھنا یا پڑھنا دو اونٹنیوں سے، تین آیتیں کا تین اونٹنیوں سے اور چار آیتوں کا چار اونٹنیوں سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے بہتر ہے۔"(مسلم)

علم دین حاصل کرنے کی شرعی حیثیت

دین اسلام میں علم کی بڑی اہمیت وعظمت ہے، قرآن مجید کی پہلی وحی (سورہ علق) میں ہی پڑھنے کا حکم آیا ہے اور ان آیات میں علم وقلم کا ذکر ہے اور اس امر کا تذکرہ ہے کہ علم وقلم ہی یہ دونوں انسانی عظمت وکرامت اور ترقی وبلندی کے ضامن ہیں، اسلئے علم ومعرفت کا حاصل کرنا ضروری ولازمی ہے اور سورہ توبہ/۱۲۲ میں دین (کے احکامات وممنوعات) میں صحیح سمجھ بوجھ حاصل کرنے کا حکم آیا ہے، اسی طرح سے ایک حدیث میں ہے کہ:"علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔"(ابن ماجہ) نیز آپ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں حضرات صحابہ کرامؓ کو بلاواسطہ اور پوری امت کو بالواسطہ خطاب فرماکر پڑھنے پڑھانے کا واضح ترین حکم دیا کہ: "قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرض احکام سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ"۔(بیہقی) قرآن وحدیث کی ان واضح تعلیمات کی روشنی میں اکابرین امت کی رائے عالی یہ ہے کہ دین کی بنیادی اور لازمی تعلیمات (فرائض وواجبات یعنی عقائد صحیحہ کا علم، طہارت ونجاست کے احکام، نماز، روزہ اور تمام فرض عبادات کے احکام، حلت وحرمت، نکاح وطلاق تجارت وصنعت اور بیع وشراء کے احکام ومسائل کا ضرورت پڑنے پر) جاننا اور ان کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے؛ لیکن باقی علوم کی تفصیلات قرآن وحدیث کے تمام معارف ومسائل اور کتاب وسنت سے مستنبط احکام وشرائع کی تفصیلی تعلیمات کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، الغرض دین کا بنیادی وضروری علم حاصل کرنا عام مسلمان (مرد وعورت) پر فرض وواجب ہے اور دین کا کلی اور تفصیلی علم حاصل کرنا خواص کے لئے ضروری ہے، دونوں قسم کے علم کا حاصل کرنا شریعت میں مطلوب ومستحسن ہے، احادیث مبارکہ میں علم دین کے حاصل کرنے کی بڑی ترغیب آئی ہے اور علم دین حاصل کرنے والے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

طالب علم کی فضیلت

علم دین اللہ تعالیٰ کی عظیم ومبارک روشنی ہے، یہ علم اپنے حاصل کرنے والوں کو اللہ ورسول اور آخرت کی معرفت سے مالا مال کرتا ہے، دنیا کی حقیقت سے آشنا کرتا ہے اور دنیا میں رشد وہدایت اور آخرت میں نجات وسعادت سے ہمکنار کرتا ہے، علم دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث موجود ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ علم دین حاصل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور خیر کثیر کا موجب ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:"اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا فیصلہ وارادہ فرمالیتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمادیتے ہیں"۔(بخاری ومسلم) ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: "اور صحیح بات اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں"۔ (بزاز وطبرانی) اسی طرح طالب علم دنیا کی چار قابل قدر اور باعث رحمت چیزوں میں سے ایک ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:"لوگو! غور سے سن لو کہ یہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں؛ لیکن اللہ

تعالیٰ کا ذکر، اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال خیر اور عالم وطالب علم یہ چاروں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہیں ہیں"۔(ترمذی) نیز طالب علم اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کے مستحق ہوتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ (تین آدمیوں میں سے مجلس نبوی میں خالی جگہ بیٹھنے والے) ایک آدمی نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنی جگہ بنائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت میں جگہ دے دی، دوسرے آدمی نے (حلقہ کے اندر بیٹھنے میں) شرم محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ حیا کا معاملہ فرمایا یعنی اپنی رحمت سے محروم نہ فرمایا؛ لیکن تیسرے آدمی نے (مجلس نبوی میں بیٹھنے سے) بے توجہی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے بے رخی کا معاملہ فرمایا"۔ (بخاری) اسی طرح طالب علم دنیا میں رحمت وبرکت، دربار الٰہی میں ذکر خیر اور آخرت میں دخول جنت کے حق دار ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ: "جو مسلمان (مرد وعورت) اس راستہ پر چلے جس کے ذریعہ وہ علم کا طالب وتلاشی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اس شخص پر جنت جانے والے راستہ کو آسان فرمادیں گے اور (جان لو کہ) وہ جماعت جو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد ومدرسہ) میں جب بھی آکر اسلئے جمع ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور اس کو (سمجھنے کے لئے) پڑھتے اور پڑھاتے رہیں تو ایسی جماعت پر سکینت نازل ہوتی ہے، ان پر رحمت سایہ فگن ہوتی ہے، ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں کے درمیان کرتے ہیں"۔(مسلم) نیز طالب علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی حفاظت وصیانت اور فرشتوں کی جانب سے عزت واکرام کے لائق ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ:"جو شخص (دین کا تھوڑا یا بہت کم) علم حاصل کرنے کے لئے کوئی (طویل یا مختصر) راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائیں گے اور اس شخص کی رضاجوئی (اسکی تعظیم وتکریم) کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں"۔(ابوداؤد) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:"طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر اس کثرت سے اوپر تلے جمع ہوتے رہتے ہیں کہ آسمان تک پہونچ جاتے ہیں اور وہ اس علم کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جسکو یہ طالب العلم حاصل کررہے ہیں"۔(طبرانی ومجمع الزوائد) اسی طرح طالب علم (علوم نبوت کی طلب وحصول کی وجہ سے) بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ:"جو شخص علم کی تلاش میں (گھر) سے نکلے اور پھر علم حاصل کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوہرا اجر وثواب دیں گے اور اگر کوئی شخص علم کی طلب میں لگا؛ لیکن وہ علم نہ حاصل کرسکا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک اجر دیں گے"۔(داری وطبرانی) ایک اور حدیث میں ہے کہ طالب علم مجاہد کے درجہ میں ہے اور مجاہد ہی کے برابر اجر وثواب پانے والا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:"جو شخص علم دین کی طلب وتحصیل میں (گھر سے باہر) نکلا تو وہ گھر واپس آنے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مجاہد کی طرح اجر وثواب پانے والا) ہے"۔(ترمذی) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:"جو شخص میری اس مسجد میں صرف کوئی خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے کے لئے آئے تو وہ (ثواب حاصل کرنے میں) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کے درجہ میں ہے"۔ (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں ہے کہ طالب علم کو "حج مبرور" کرنے والے حاجی کے برابر ثواب ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ:"جو شخص خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے ہی کے لئے مسجد جائے تو اس کا ثواب اس حاجی کے ثواب کی طرح ہے جس کا حج کامل ہو"۔(طبرانی ومجمع الزوائد) نیز طالب علم کے پچھلے گناہ حصول علم کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ:"جس نے دین کا علم حاصل کیا تو حصول علم اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا"۔(ترمذی ودارمی) نیز دوران طالب علمی موت آخرت میں طالب علم کی عزت واکرام اور جنت میں بلند مرتبہ ومقام کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ:"جس کی موت ایسی حالت میں ہو کہ اس نیک مقصد سے دین کا علم حاصل کررہا تھا کہ وہ اس علم کے ذریعہ اسلام کو پھیلائے گا تو وہ جنت میں اس کے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک درجہ (درجہ نبوت) کا فرق رہے گا"۔(دارمی) اسی طرح طالب علم کو موت کے بعد بھی علم دین سیکھنے کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ: "وہ (سات) نیک اعمال جن کا ثواب مومن کو اسکی موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے، ان اعمال میں سے (ایک عمل خیر) وہ علم ہے جس کو اس مومن نے سیکھا اور اسکو پھیلایا ہے"۔(ابن ماجہ وبیہقی) نیز قیامت کے دن طالب علم کی عجیب نرالی شان ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ:"(اللہ تعالیٰ اور میرے بعد) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے، جس نے دین کا علم حاصل کیا اور پھر اس کو لوگوں میں عام کیا، تو قیامت کے دن ایسا شخص ایک امیر وسردار کی حیثیت سے آئے گا، آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا کہ وہ ایک گروہ کی شان وشوکت کی حیثیت سے آئے گا"۔(بیہقی)

(جاری)

کاروان ادب

علاقائی مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی بعنوان:

"اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء"

اقبال احمد ندوی

"اکبر الہ آبادی کی شاعری اگرچہ طنزیہ ہے، لیکن درحقیقت بامقصد اور معنی خیز شاعری ہے، انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ مغربی تہذیب کے مضر اثرات پر سخت نقد کیا ہے اور اس کی خامیاں مزاحیہ انداز میں اجاگر کی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم اکبر کے اشعار صرف مزے اور چٹخارہ کے طور پر نہ پڑھیں، بلکہ ان کے مقصد اور احساسات وجذبات کو سامنے رکھ کر پڑھیں۔

اکبر الہ آبادی ایک حساس اور دین وملت کا درد رکھنے والے شاعر تھے، ان کے زمانہ میں ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی جنہوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی، اسی لئے وہ مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ مسلمان پھر سے حکومت واپس لے سکتے ہیں، چنانچہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں کی کمر توڑ دی جائے تاکہ وہ دوبارہ ابھر نہ سکیں، اس کے لئے انہوں نے عسکری اور تعلیمی میدان کا انتخاب کیا، اور تعلیم وتربیت کے ذریعہ اپنی تہذیب ہندوستانیوں پر تھوپی اور ایسا نظام تعلیم رائج کیا جس کے پڑھنے والے ہمیشہ ان کے تابع بن کر رہیں اور متبوع اور حکمراں بننے کا خواب دل سے نکال دیں۔ اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء کا یہ اہم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مغربی تہذیب کا مقابلہ کیا اور اسلام کی برتری ثابت کی اور مسلمانوں کے دلوں سے احساس کمتری دور کرنے کی کامیاب کوشش کی۔"

ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی عالمی شعبۂ برصغیر وممالک مشرقیہ نے غازیپور میں منعقد رابطہ ادب اسلامی کے ایک علاقائی سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں اپنا خطبۂ صدارت پیش کرتے ہوئے کیا، یہ سیمینار رابطہ کی غازیپور شاخ کے زیر اہتمام مدرسہ دینیہ غازیپور کے تعاون سے یکم/اکتوبر ۲۰۱۱ء کو "اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء" کے موضوع پر منعقد ہوا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ موضوع صرف ایک فرد سے متعلق نہیں ہے، بلکہ ایک پورے عہد سے متعلق ہے جو مسلمانوں کے لئے بہت نازک اور حوصلہ شکن عہد تھا، یہ موضوع ایک جامع موضوع ہے جس میں کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اُس وقت ملت اسلامیہ تاریخ کے دشوار ترین مرحلہ سے گذر رہی تھی جس کا اندازہ آج ہم لوگ نہیں کرسکتے، انگریزوں کی آمد کے بعد سے ہندوستان کا پورا نقشہ بدل کر رہ گیا تھا۔ ایسے حالات میں ہمارے علماء اور ادباء وشعراء نے اپنے اپنے طور پر انفرادی اور اجتماعی کوششیں کیں اور وہ بڑی حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ اکبر الہ آبادیؒ، مولانا الطاف حسین حالیؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے معاصر دیگر شعراء، ادباء اور علماء نے اپنے اشعار اور اپنی تحریروں سے مغربی تہذیب کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو ان کی عظمت رفتہ کی داستان سنا کر اسلام پر ان کا اعتماد بحال کیا، یہ بڑا ہی قابل قدر اور لائق تحسین کام تھا، اسی لئے رابطہ ادب اسلامی نے آج کے سیمینار کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔

اس سے قبل ناظم جلسہ مولانا نذر الحفیظ ندوی صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء نے موضوع کا تعارف کرایا اور رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی طرف سے ان کی مرتب کردہ رپورٹ پڑھ کر سنائی جس میں رابطہ ادب اسلامی کی کارکردگی اور خدمات و سرگرمیوں کا تفصیلی تذکرہ تھا اور موضوع سے متعلق تفصیل تھی، سیمینار کے داعی اور میزبان مولانا عزیز الحسن صدیقی ندوی مہتمم مدرسہ دینیہ وصدر رابطہ ادب اسلامی شاخ غازیپور نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں غازیپور کی مفصل تاریخ بیان کرتے ہوئے مدرسہ دینیہ کی دینی وتعلیمی واصلاحی سرگرمیوں اور خدمات کا تذکرہ کیا۔

افتتاحی اجلاس میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاد مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور مشہور نعت گو شاعر ڈاکٹر تابش مہدی نے بھی اپنے اپنے تأثرات پیش کئے۔ مولانا خالد غازیپوری نے رابطہ کے بانی صدر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا کہ ہر چیز میں دل کا شامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ بقول علامہ اقبال کے:

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اس خون جگر کو پیش کرنے والا اسلامی ادیب ہی ہوسکتا ہے، رابطہ نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور

اس کی قلمی کاوشوں کو ہر طرف سے پذیرائی حاصل ہورہی ہے، ڈاکٹر تابش مہدی نے کہا کہ ادب حسن کلام اور تاثیر کلام کا نام ہے۔ ادیب کو سماج کا مصلح اور معمار کہا گیا ہے، لیکن پچھلے زمانہ میں اور کسی حد تک اب بھی ادب بے ادبوں کے ہاتھ میں تھا اور ہے۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے اسے جن ہاتھوں میں ہونا چاہئے، انہیں ہاتھوں میں آیا ہے، اور اس کے لئے حضرت مولاناؒ نے ہمیں رابطہ ادب اسلامی کا یہ پلیٹ فارم دیا ہے، لہٰذا ہمیں اس کام کو آگے بڑھانا چاہئے۔

مولانا سعود الحسن ندوی استاد شعبۂ عربی مدرسہ دینیہ غازیپور نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور صدر جلسہ کی دعاء پر افتتاحی اجلاس تمام ہوا۔

اس کے بعد مقالات کی دو نشستیں منعقد ہوئیں، جن میں پہلی نشست کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ اور نظامت مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے کی۔ جب کہ دوسری نشست کی صدارت مولانا عزیز الحسن صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ، زیر قلعہ، غازیپور اور نظامت مولانا مختار احمد قاسمی صدر مدرس مدرسہ دینیہ، غازیپور نے کی۔ دونوں نشستوں میں مجموعی طور پر کل ۲۲ مقالات پیش کئے گئے۔ مقالات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر رابطہ ادب اسلامی (ہند)
"اکبر الہ آبادی اور اصلاح احوال کی کوشش"

۲- مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"جگر مرادآبادی کا کلام اور ان کا مقام ومرتبہ"

۳- مولانا عزیز الحسن صدیقی
مہتمم مدرسہ دینیہ، زیر قلعہ، غازیپور
"مولانا سید عبد الرشید بزرگاوی"

۴- مولانا نذر الحفیظ ندوی
صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"اکبر الہ آبادی ایک داعی اور مربی"

۵- مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی
استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"لسان العصر اکبر الہ آبادی کی ظریفانہ شاعری"

۶- مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی
شیخ الحدیث دار العلوم مئو
"مزاحیہ کلام کے ذریعہ اصلاح احوال کے لئے اکبر الہ آبادی کی کامیاب کوششیں"

۷- ڈاکٹر تابش مہدی، دہلی
"جگر مرادآبادی-محبت اور انسان دوستی کا شاعر"

۸- مولانا ارشد سراج الدین مکی، دہلی
"مولانا الطاف حسین حالی اور ان کی مسدس"

۹- ڈاکٹر الیاس اعظمی، اعظم گڑھ
"علامہ شبلی نعمانیؒ کی ملت اسلامیہ کے لئے دردمندی"

۱۰- مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی، اعظم گڑھ
"حضرت اکبر الہ آبادی اور دار المصنفین"

۱۱- مولانا مختار احمد قاسمی
صدر مدرس مدرسہ دینیہ، زیر قلعہ، غازیپور
"مولانا عبد الاحد شمشادؔ"

۱۲- ڈاکٹر شکیل احمد، مئوناتھ بھنجن
"جلیل مانکپوری"

۱۳- مولانا اقبال احمد غازیپوری ندوی
استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"مشرقی تہذیب سے اکبر کی وابستگی"

۱۴- مولانا سعود الحسن ندوی
استاد مدرسہ دینیہ، زیر قلعہ، غازیپور
"مولوی محمد علی قاری اور مجموعۂ کلام "کلیات قاری""

۱۵- مولانا خورشید جمال ندوی، استاد مدرسہ دینیہ
"اکبر الہ آبادی کا کلام اور اصلاح احوال کی کوششیں"

۱۶- مولانا مسعود عزیزی ندوی
صدر مرکز احیاء الفکر الاسلامی سہارنپور
"اکبر الہ آبادی کے کلام میں طنز ومزاح کے عناصر اور اصلاح کی کوششیں"

۱۷- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
استاد مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی
"اکبر کی شاعری کے سماج پر اثرات"

۱۸- مولانا عبد الرحیم ندوی
استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"اکبر الہ آبادی اور فرنگی نظام تعلیم"

۱۹- مولانا اجمل فاروق ندوی، دہلی
"اکبر الہ آبادی: شخصیت اور فکر خطوط کے آئینے میں"

۲۰- مولانا مشکور عالم، استاد مدرسہ دینیہ
"صمد سرولوی"

۲۱- مولوی محمد ذاکر ندوی
متعلم علیا اولی (فقہ) دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
"خواجہ الطاف حسین حالی اور ان کی مسدس"

نیز مولانا علاء الدین ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے "اکبر الہ آبادی اور مولانا الطاف حسین حالی: فکر وفن کے آئینہ میں" کے موضوع پر مقالہ تیار کیا تھا، لیکن بذات خود سیمینار میں شریک نہیں ہوسکے، انہوں نے اپنا مقالہ رابطہ کے دفتر میں جمع کردیا تھا جو سیمینار کی کارروائی میں شریک کرلیا گیا۔

مقالات کی دوسری اور آخری نشست کے ختم پر اختتامی اجلاس کا آغاز صدر رابطہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں ہوا۔ نظامت کا فریضہ مولانا نذر الحفیظ ندوی نے انجام دیا۔ سب سے پہلے مولانا عامر رشادی صدر علماء کونسل اور مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے تأثرات پیش کئے۔ مولانا عامر رشادی نے کہا کہ

ایسے سیمینار ہوتے رہنے چاہئیں تاکہ آج کی نوجوان نسل ہمارے بزرگوں کے کارناموں سے واقف ہوتی رہے۔ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی نے کہا اسلامی ادب کی یہ آواز اس وقت اٹھائی گئی جب ادب بے ادبی کا شکار تھا۔ یہ اس زمانہ کا مرض ہے کہ لوگ بے ادبی کرتے ہیں؛ لیکن ادب کا نام لے کر، اس کے خلاف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز اٹھائی، ابتداء میں عرب وعجم میں لوگوں نے اس کی مخالفت بھی کی؛ لیکن اب مخالفت کرنے والے خود اپنی لاش ڈھو رہے ہیں، ضرورت ہے کہ ان کی لاش کو ٹھکانے لگانے میں ہم ان کی مدد کریں۔

اس کے بعد ناظم جلسہ مولانا نذرالحفیظ ندوی نے تجاویز پڑھ کر سنائیں۔ اہم تجاویز کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ لسان العصر اکبر الہ آبادی اردو کے اولین طنز ومزاح نگار اور وہ ممتاز شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کو مثبت اور تعمیری سوچ کی اشاعت کا ذریعہ بنایا، اور اسلامی ومشرقی قدروں کے خلاف انگریزی سامراج کی طرف سے تھوپی جانے والی تہذیب اور ثقافت کی مضرت کو واضح کیا، انہوں نے طنز ومزاح سے وہ کام لیا جو کوئی سنجیدہ اہل قلم اپنے مضامین و مقالات سے اور خطیب ومقرر اپنی تقریر وخطابت سے لے سکتا ہے۔ اکبر الہ آبادی گو کہ طنزیہ ومزاحیہ شاعر ہیں، لیکن ان پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا جو اہم اور سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں وہی مسائل اٹھائے ہیں جو فکر وذہن کو مطمئن کرتے ہیں۔

۲۔ باطل عناصر نے ادب کو جو اپنی جاگیر سمجھ رکھا ہے اور اُسے اپنے ذہن وفکر کے مطابق استعمال کرتے ہیں، اُسے سرگرمی کے ساتھ صحیح رخ پر چلایا جائے، اور موثر اور احسن انداز سے شعری ونثری فن پارے پیش کئے جائیں اور ان فن پاروں کو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اردو ترجمان ''کاروان ادب'' اور دوسرے علاقائی ومقامی جرائد ورسائل کے ذریعے تمام پڑھے لکھے طبقوں تک پہونچایا جائے تاکہ سماج میں صالح قدروں کو پھیلنے میں مدد مل سکے۔

۳۔ بحث ومذاکرہ کے لائق ایسے عناوین اچھی خاصی تعداد میں ہیں جن پر سیمینار کی شکل میں گفتگو کی جاسکتی ہے تاکہ ان کے ذریعے عوام وخواص کو ادب کے وسیع مفہوم سے متعارف کرایا جاسکے، لیکن سیمیناروں کی تعداد اتنی کم ہے کہ ان کے لئے برسوں لگ جائیں گے، اگر انہیں ایک ایک روزہ شکل دے کر منعقد کرنے کا پروگرام بنالیا جائے تو داعیان کو بھی سہولت رہے گی اور زیر غور موضوعات کو جلد سے جلد عملی جامہ پہنایا جاسکے گا۔

۴۔ جس طرح سے اکبر الہ آبادی پر مستقل سیمینار کیا گیا، یا اس سے پہلے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر کیا گیا، اسی طرح سے خواجہ الطاف حسین حالی، اصغر گونڈوی، جگر مرادآبادی، شفیق جون پوری، مولانا محمد ثانی حسنی، شہباز امروہوی، حفیظ جون پوری اور دیگر صالح ادب کے حامل شعراء پر بھی پروگرام منعقد کئے جائیں۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ ایک پروگرام اردو شاعری کے ارتقاء میں علماء کے حصے کے عنوان سے منعقد ہو جس میں مختلف مسالک ونظریات کے شاعر علماء کا احاطہ کیا جاسکے۔ اسی طرح خواتین شاعرات کے عنوان پر بھی ایک سیمینار کیا جاسکتا ہے۔

صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ مغربی تہذیب کو عام کرنے کی کوششیں ہوئیں، ان کا مقابلہ ہمارے بزرگوں نے مختلف پہلوؤں سے کیا۔ ارتداد پہلے سائنس کے راستے سے آیا، پھر تاریخ کے راستے سے اور اب ادب کی راہ سے آرہا ہے، اگرچہ اب اس میں کمی آگئی ہے لیکن ابھی بھی اس کے اثرات ہیں، اسی کے مقابلہ کے لئے آج سے تقریباً تیس سال قبل رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ رابطہ نے بتایا کہ ادب اور مذہب دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے کا تعاون کرسکتے ہیں۔ غازیپور اور اعظم گڑھ دونوں قریب قریب ہیں، یہ دونوں علمی علاقے رہے ہیں، اور آج بھی علم وادب کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ مولانا عزیزالحسن صاحب کی خدمات اس سلسلہ میں قابل قدر ہیں۔ ہمارے سامنے اب جو میدان عمل ہیں انہیں میں ایک میدان ادب کا بھی ہے، ہمیں تجاویز کی روشنی میں آگے بڑھنا ہے اور اس کارواں کو آگے بڑھانا ہے۔

سیمینار کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ نیز مدرسہ دینیہ غازیپور کے طلبہ اور ڈاکٹر تابش مہدی اور انیس پرخاصوی نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ مولانا عزیزالحسن صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی دعاء پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ جلسہ ظاہری اور معنوی ہر اعتبار سے کامیاب رہا، جس میں لکھنؤ، دہلی اور سہارنپور کے علاوہ غازیپور، اعظم گڑھ اور اطراف کے علماء و ادباء خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔

☆☆☆☆☆

خبرونظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

آب زمزم روئے زمین کا سب سے بہتر پانی

اسکندریہ یونیورسٹی کے ایک مصری فاضل محقق نے اس امر کو تمام قدیم وجدید حوالوں سے محقق طور پر ثابت کیا ہے کہ زمزم کا پانی روئے زمین پر سب سے بہتر پانی ہے۔ اس میں وہ تمام صحت بخش اجزاء اور مفید عناصر پائے جاتے ہیں جو انسان کے لیے ہر اعتبار سے مفید ہیں، تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ عجیب وغریب پانی ہے یہ جس قدر نکالا اور استعمال کیا جاتا ہے اسی قدر اس کے اندر اضافہ اور جوش آتا رہتا ہے، یہ مکمل پاک صاف ہے، اس کے اندر کسی طرح کا جرثومہ یا کوئی ایسا مادہ نہیں پایا جاتا جو انسان کی صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہو، مزید یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ اس پانی کو جب تک محفوظ رکھیں، ممکن ہے اور اس سے دل، گردہ، پھیپھڑا، سردرد، آدھا سردرد اور اس کے علاوہ بہت سارے امراض میں شفا یابی ملتی ہے، حتی کہ وہ امراض جو لا علاج ہو جاتے ہیں، ان میں بھی اس سے شفا نصیب ہوتی ہے۔

فاضل محقق وکیل انجینئرنگ کالج اسکندریہ یونیورسٹی نے لکھا ہے کہ آب زمزم اور دیگر بہت سارے انواع واقسام کے پانیوں پر تحقیق کی گئی تو بڑا فرق نظر آیا حتی کہ مکہ اور مدینہ ہی کے پانیوں میں اور زمزم کے پانی میں نمایاں فرق محسوس ہوا، اس پر تحقیق امریکی اور سعودی دونوں جگہ کی کمپنیوں میں کی گئی، اسی وجہ سے یہ پانی کمزور اور لاغر حجاج کو بھی انتہائی نشیط اور صحت مند بنا دیتا ہے۔

تحقیق میں یہ بھی کہا گیا کہ دنیا کے چپہ چپہ سے حجاج آتے ہیں اور ہر ایک کے علاقہ کا پانی اور اسکا معمول بھی الگ ہوتا ہے؛ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ پانی ہر ایک کے لیے یکساں مفید بلکہ باعث صحت وعافیت ہے اور آج تک اس پانی کی شکایت دنیا کے کسی حاجی نے نہیں کی، اسی طرح یہ پانی مکمل طور پر صاف وشفاف ہوتا ہے، اس کو فلٹر کرنے یا مصنوعی آلہ سے صاف کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

جاپان میں اسلام کی آمد

اہل جاپان کے دل مذہب اسلام کے سلسلے میں بڑے فراخ واقع ہوئے ہیں، زندگی کے بہت سارے ایسے شعبے ہیں جن میں جاپانی لوگ دین فطرت پر قریب قریب عمل پیرا رہے ہیں، ان کے اندر جب دین اسلام کا تعارف ہوا تو انہوں نے اس کو اپنے اپنے دلوں کی آواز سمجھا اور بڑا والہانہ استقبال کیا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ جاپانیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے عصبیت اور منفی سوچ میں بڑا فرق ہے اور جاپانی باشندے اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں سے وہ حاقدانہ ذہن نہیں رکھتے جیسا دوسرے ملکوں کے افراد رکھتے اور وقفہ در وقفہ اس کا کھل کر مظاہرہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

اسلامک سینٹر جاپان جو آج سے تقریباً تیس سال قبل قائم ہوا، اس کی سرگرمیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کہ جاپانی باشندے اسلام سے بیر نہیں رکھتے بلکہ وہ مسلمانوں سے آپسی تعاون، بھائی چارہ اور ہمدردانہ تعلق رکھتے ہیں، ابھی کچھ ماہ قبل جب جاپان میں جب زلزلہ آیا تو اس کا کھل کر اندازہ ہوا کہ آج بھی اس معاشرہ میں انسانیت زندہ ہے اور وہ پریشانی ومصیبت کے عالم میں دین ومذہب کا فرق نہیں کرتے، دوسری طرف مسلمان بھی اپنے ہم وطنوں سے ویسا ہی برادرانہ سلوک کرتے ہیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرکے اہل جاپان کو ہر ممکن اسلام اور کی نجات بخش تعلیمات سے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے جاپانیوں کا تعارف اسلام اور رسول اسلام سے بہت بعد میں ہوا؛ لیکن ان کی فطرت بالکل سادہ اور وہ بڑے نیک طینت واقع ہوئے ہیں، اس لیے اسلام سے تعارف کے بعد ان کو اپنائیت اور ساز فطرت سے ہم آہنگی محسوس ہوئی اور بہتوں کے دل اس کے لیے فرش راہ ہو گئے، اس کا اندازہ اسلامک سینٹر کی تازہ رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔

تاریخ وریکارڈ کے اعتبار سے جاپانی باشندوں کا اسلام سے تعارف پہلی بار ۱۸۷۷ء میں ہوا اور تقریباً اسی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق ایک کتاب کا جاپانی زبان میں ترجمہ ہوگیا جس سے جاپانیوں کے دانشور اور باشعور طبقے میں اسلام کو جگہ پانے اور دلوں میں گھر کرنے میں مدد ملی، اس طرح جاپان سے اسلام کا تعلق دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں بہت بعد کا یعنی ابھی ماضی قریب ہی کا ہے، اسلام اور جاپان کے درمیان رابطے کی

کوئی واضح تاریخ موجود نہیں ہے، جاپان میں اسلام کے تبلیغی انداز میں آنے کی تاریخ کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔۱۸۶۸ء سے پہلے جاپانیوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے درمیان روابط کے شاذ ونادر ہی شواہد ملتے ہیں۔

ایک اور اہم رابطہ ۱۸۹۰ء میں قائم ہوا جب ترکی کی خلافت عثمانیہ نے جاپان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے اور مسلمانوں وجاپانیوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرانے کی غرض سے ایک بحری جہاز بھیجا؛ لیکن یہ جہاز جسے ارتغرل کہا گیا تھا، واپسی میں جب اس پر ۶۰۹/افراد سوار تھے، سمندر میں غرق ہوگیا اور اس کے ساتھ ۵۱۰ مسافر بھی ڈوب گئے۔

اب از سرنو اسلام سے تعارف کی نئی نئی شکلیں تلاش کی جارہی ہیں اور جاپانیوں میں اسلام کا تعارف کیا جارہا ہے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ نظر آرہا ہے کہ جاپانی اسلام سے مانوس ہورہے ہیں اور اس کو اپنا حریف نہیں سمجھ رہے ہیں۔

متحدہ عرب امارت میں عیسائی مبلغین کی خفیہ اور منظم سرگرمیاں

اس بات سے ہر شخص واقف ہے کہ مہنگائی، کساد بازاری، بے روزگاری اور غربی ومفلسی نے آج ساری دنیا کو ان دنوں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ہر شخص اس عفریت کے فولادی پنجے میں کسا ہوا نظر آرہا ہے، مغربی ممالک کے نخلستان ہوں یا عرب کے لق ودق صحرا، ادھر چند برسوں کی فلاکت نے اقتصادی اور معاشی اعتبار سے ہر کسی کو بے حال اور زندگی وسائل وضروریات کے تعلق سے بڑی حد تک بے چین کردیا ہے، مگر یہی کساد بازاری اور غربی جہاں اکثر افراد کے حق میں ضرر رساں ثابت ہورہی ہے اور ہر کوئی اس کے خاتمہ کی فکر کررہا ہے، وہیں بعض لوگ اس سے ناجائز فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں اور اس کے طویل ہونے کی تمنا بھی کررہے ہیں۔

ایک معتبر ومستند رپورٹ کے مطابق بے کاری اور مفلسی سے وقتی فائدہ اٹھانے کے لئے امریکی عیسائی تبلیغی تنظیمیں اور تحریکیں بڑی حرکت میں ہیں اور ان کے نشانہ پر بنگلہ دیش یا کوئی افریقی قحط زدہ ملک نہیں، بلکہ عرب ممالک خصوصاً متحدہ عرب امارات دوبئی ہے۔

"سنو اور مومن بن جاؤ" (اسمعوا وآمنوا) نامی امریکی عیسائی تنظیم کا اس حوالے سے بیان آیا ہے کہ یہ تنظیم خلیج میں عیسائیت پھیلانے والی دیگر تنظیموں کے اشتراک سے متحدہ عرب امارات میں برصغیر ہندوپاک، مصر، شام اور یمن سے مزدوری وملازمت کی غرض سے آنے والے لاکھوں بے روزگار مزدوروں تک عیسائیت کے پیغام کو بذریعہ ویڈیو پہونچانے کے سلسلے میں منصوبہ بند طریقے سے عمل کررہی ہے، یہ ویڈیو جس کو 'مبلغ' کا نام دیا گیا ہے، ان لاکھوں مزدوروں اور ملازمت پیشہ لوگوں میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے، جو بے روزگار ہیں اور دوبئی وغیرہ کے کسی پارک میں یا سڑک کے کنارے زندگی گزار رہے ہیں، اس تنظیم کا کہنا ہے کہ براہ راست گفتگو یا کتابچوں کے ذریعے تبلیغ اتنی موثر نہیں جتنی بذریعہ سماعت ومشاہدہ ممکن ہے، لہٰذا ہم نے دوبئی اور دیگر خلیجی ممالک میں آباد مزدور طبقے کی تقریباً دو ہزار زبانوں میں ہمارے اس پیغام کو منتقل کرنے کا پروگرام بنایا ہے، جس میں سے ۳۵۰/زبانوں پر کام مکمل ہوچکا ہے اور باقی پر ماہرین لسانیات کی ایک ٹیم کام کررہی ہے۔

باحمیت عربوں نے اسرائیلی زمینیں خریدنی شروع کردیں

اسرائیلی میڈیا کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیل کے شمالی علاقے 'الجلیل' میں آباد یہودی کسانوں کی زیر ملکیت زمینوں کو بیرون ملک کے مالدار غیور وباحمیت عرب افرد نے انتہائی مہنگے داموں خریدنا شروع کردیا ہے، جبکہ دوسری جانب اسرائیلی حکومت ناجائز طریقے سے مسجد اقصیٰ کے قرب وجوار اور دیگر علاقوں سے زمینوں کے عرب ملکوں کو بے دخل کرکے یہودیوں کو ان پر آباد کررہی ہے۔

اسرائیلی ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ ان یہودی کاشتکاروں کو مقامی کونسل کی جانب سے اس حوالے سے امداد فراہم کی جارہی ہے جو اقتصادی بدحالی کی وجہ سے بیرونی افراد کی جانب سے ملنے والی قیمت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کونسل کا مزید کہنا ہے کہ ہمارے پاس ایسا کوئی قانون نہیں جس کے تحت ہم ان کاشتکاروں کو اپنی اراضی غیر یہودیوں کو فروخت کرنے سے روک سکیں، حالانکہ ان زمینوں کو خریدنے والی طاقتوں کا ہمیں علم ہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس قدر بڑی قیمتوں کی ادائیگی کون کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ اسرائیل کے شمال میں واقع کھیت اور باغات کی اکثر زمینیں یہودیوں کی ملکیت شمار کی جاتی ہے، جبکہ ان میں سے صرف ۲.۵ فی صد عربوں کے پاس ہے، حالانکہ ۱۹۴۸ء سے قبل عرب کاشتکار ۶۰ فیصد اراضی کے مالک تھے۔

☆☆☆☆☆

تعارف وتبصرہ

رسید کتب

محمود حسن حسنی ندوی

☆**نام کتاب: واقعات کشمیر**

ترجمہ وتحقیق: پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

ناشر: جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سنٹر، سری نگر

خواجہ محمد اعظم کشمیری کی مشہور فارسی تاریخ "واقعات کشمیر" کا اردو ترجمہ، حواشی، توضیحات اور تعلیقات کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد کی کوشش سے منظر عام پر آچکا ہے، اس کتاب میں قبل از اسلام قدیم ہندو راجگان کشمیر کے حالات، مسلم سلاطین کے حالات اور اس خطہ کے علماء ومشائخ، شعراء وادباء اور سادات کے حالات بھی تحریر کئے گئے ہیں، کشمیر کی سیاسی، تمدنی، علمی ودینی پوری تاریخ اس کتاب میں آگئی ہے۔

خواجہ محمد اعظم مورخ صوفی تھے، شیخ محمد مراد تنگ سے استفادہ کیا تھا، یہ بارہویں صدی کی شخصیت ہیں، اس کتاب کے علاوہ نظم ونثر میں اور بھی رسائل چھوڑے، ۱۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

تحقیق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ واقعات کشمیر میں ایسے واقعات بھی آگئے تھے جو بے اصل اور خلاف عقل وقیاس معلوم ہوئے۔ عبدالرحمٰن کوندصاحب نے تعارف لکھا ہے جو ایک مفصل مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، ۱۰۰۸ صفحات ہیں، ۱۲۰۰/روپے قیمت ہے اور محسن کشمیر شیخ علی ہمدانی سے متعلق تعارفی سطریں بطور تبرک حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی شامل کی گئی ہیں۔

☆**نام کتاب: مولانا علاء الدین ندوی-ایک یادگار شخصیت**

مرتب: محمد وقارالدین لطیفی ندوی

قیمت: ۱۰۰/روپے۔

ناشر: مجلس گیارہ ستارے انڈیا، ندوی منزل، پیر الطیف، کھگڑیا، بہار

۱۴۴/صفحات پر مشتمل یہ کتاب صاحب تذکرہ کے فرزند ارجمند کی کاوش کا اثر ہے، ان مختلف مضامین ومقالات کو اس میں جمع کیا ہے جو ان کی شخصیت پر اصحاب علم وفکر نے لکھے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنے مضمون کا عنوان 'حضرۃ الاستاذ کی چند یادیں' قائم کیا ہے، امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب نے 'ایک معتبر وجید عالم دین' کے عنوان سے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا مضمون مجلہ "البعث الاسلامی" سے ماخوذ ومترجم ہے، مولانا سید محمد ولی رحمانی نے ادیبانہ انداز سے یہ عنوان دیا ہے 'نظر میں اب تک سمارہے ہیں'۔

مولانا مرحوم کی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی ہوئی تھی اور دارالعلوم دیوبند میں بھی، اس لیے دونوں اداروں کے ان کے رفقاء درس کے تاثرات ومضامین ہیں۔

☆**نام کتاب: بین الاقوامی معلومات (جنرل نالج)**

مؤلف: مولانا سید عنایت اللہ ندوی

ناشر: دارین بکڈپو، ندوہ روڈ لکھنؤ

پہلی جلد تین سو صفحات پر مشتمل ہے، قیمت ۱۸۰/روپے ہے، آغاز کتاب میں بتایا گیا ہے کہ عربی تمدن دنیا کا اولین تمدن ہے، آرین تمدن، چینی تہذیب، یونانی تہذیب، رومن امپائر، ایرانی ثقافت اور اسلامی خلافت وحکومت، اس کے ادوار ومقامات، اس کی عالمی تنظیموں اور اداروں، دنیا کی ایجادات واکتشافات، سامراجیت، بین الاقوامی خفیہ ایجنسیوں، صیہونیت، دنیا کی زبانوں، براعظموں، سمندروں، ریگستانوں، بڑے جزیروں اور نظام ہائے سلطنت وسیاست، صنعت وحرفت، ذرائع نقل وحمل، ان تمام چیزوں سے متعلق ضروری معلومات بھی دی گئی ہیں، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اس کام کو سراہا ہے۔

دوسرا حصہ ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے، قیمت ۱۲۰/روپے ہے، جس میں تاریخ انسانی کے اہم واقعات پیش کئے گئے ہیں، اس میں مصنف نے اپنے ذوق ومزاج سے بعض اہم واقعات کو لیا ہے اور بعض اس سے اہم واقعات چھوڑ بھی دیئے ہیں، ترتیب میں بھی نقص ہے۔

انسانی تاریخ کی شروعات سے ۱۹۹۸ء تک ۷۵ صفحات میں اور ۷۶ صفحہ سے ۲۵۱ صفحہ تک بقیہ دس گیارہ سال کے احوال وواقعات ہیں، اس طرح کہیں بہت اجمال ہے تو کہیں بہت تفصیل، پھر بھی ایک اہم کام ہے جو مولانا کے ہاتھوں انجام پایا ہے۔

☆☆☆☆☆

Complet Family Footwear
Royal
King Footcare
RED CHIF, WOODLAND, SPARX
Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012
Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sextor-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے
سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ
پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
Aminabad Lucknow
Shop No. S-43 Gole Market, Mahanagar, Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Phone: 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers,
Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ ادارہ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوة العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر: ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date ________ باسمہ تعالیٰ تاریخ ________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپئے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپئے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،
وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین خالدی	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Vol. No. 49 Issue No.01

10 November, 2011

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

Almas™
Lucknowi Libas

Classic Chikan Garments

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
لکھنؤ چکن ملبوسات کا قابل اعتماد نام
الماس
لکھنوی لباس
ہر موسم کے لئے زنانہ، مردانہ چکن گارمنٹس کا شاندار ذخیرہ
تھوک و پھٹکر

House of Chikan Garments, Designer's Collection, Ladies Tops & Kurties, Sarees, Dress Materials, Shawls Pashmina Scarves, Gents Kurta's, Sherwani, Girls & Boys Dresses. . . .

ALMAS COTTAGE INDUSTRIES
Manufacturers, Exporters, Whole Sellers & Retailer's
SHOWROOM: Regency Awadh Bldg., Chowk, Gol Darwaza, Opp. Lohiya Park, Lucknow - 226003 U.P. (INDIA)
Tel.: 0522-4025367, 3235335 Email: almaslucknowilibas@gmail.com
FACTORY: ALMAS HOUSE, Plot No. 140-143, New Friends Colony, Sector-6, Janki Puram Ext., Lucknow - 226024 INDIA

Quba Awning
Demo Tent And Awning
ایم۔کے۔ملک
قبا اوننگ
مینوفیکچررس
ٹیرس اوننگ۔ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ-لان اوننگ - ڈیموٹینٹ
چندراول، نزد سی آر پی ایف سینٹر، سروجنی نگر، لکھنو
Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center) Sarojni Nagar, Lucknow
Tel.: (W)0522-2817560 - (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob.: 9335236026 - 9839095795 - E-mail: qubaawningup@yahoo.com

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ چوک لکھنو
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 8953394667 - 8687978740